قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

طلوعِ اسلام

اگست

1998ء

کیپٹن شہزاد عدنان نور ثانی شہید

کامل مومن وہ ہے جو خوش اخلاق اور گھر والوں سے نرم سلوک کرنے والا ہو۔ (ترمذی)

A perfect believer is that who is nice in behaviour and kind to his family members. (Tirmizi'

SHAHAB

QUALITY PISTON RINGS

THE ONLY MANUFACTURERS OF INTERNATIONAL QUALITY PISTON RINGS IN PAKISTAN.

MINIMIZE WEAR
RESTORE COMPRESSION
GET MORE POWER
CONTROL OIL

CALL US FOR THE EXCELLENT RECONDITIONING OF AUTOMOBILE ENGINES OF ALL KINDS.

M. SHAH MOHAMMAD & SONS (PVT.) LTD.
OUTSIDE PAK GATE, MULTAN, PAKISTAN
PHONE OFFICES: 545071, 75571, 539071-73
FACTORY 550171

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

طلوعِ اسلام

25-B گلبرگ 2 طلوعِ اسلام روڈ لاہور 54660

Phone: 5714546/5753666/5764484

چیئرمین: ایاز حسین انصاری
ناظم: محمد لطیف چوہدری

اگست 1998ء

ناشر: عطاءُالرحمٰن ارائیں
سرکولیشن مینیجر: مرزا زمرد بیگ

ایڈیٹر

محمد لطیف چوہدری

مجلسِ مشاورت: عبداللہ ثانی۔ ڈاکٹر صلاحُ الدین اکبر۔ بشیر احمد عابد

مجلہ طلوعِ اسلام کا سالانہ زرِ شرکت

پاکستان میں	۱۷۰/- روپے
یورپ اور مڈل ایسٹ	۶۰۰/- روپے
امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا	۸۰۰/- روپے

ادارہ طلوعِ اسلام کا اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: ۳۰۸۲۰۷ نیشنل بینک

مین مارکیٹ گلبرگ، لاہور

اشتہارات کے نرخ یہ ہیں

صفحات	ایک بار	سال بھر کے لئے
باہر ٹائیٹل	۸۰۰/- روپے	۶۰۰۰/- روپے
اندر ٹائیٹل	۶۰۰/- روپے	۵۰۰۰/- روپے
اندر کے صفحات	۵۰۰/- روپے	۴۰۰۰/- روپے
نصف صفحہ	۳۰۰/- روپے	۲۰۰۰/- روپے

مذکورہ شرح ایک رنگ کے اشتہار کے لئے ہے۔
اُجرت اشتہار مسودہ کے ہمراہ ارسال کریں۔

۱۵ روپے

مقامِ اشاعت: 25 بی گلبرگ 2 - لاہور

پرنٹر: خالد منصور نسیم - پریس: پیس پرنٹرز 13-32-A ریٹی گن روڈ - لاہور

EMAIL: tolueislam.pol.com.pk WEB> http://www.toluislam.com

فہرست

لمعات	ادارہ	5
پرویز صاحب کی مخالفت کے اسباب	پروفیسر حسنین کاظمی	9
آہ! کیپٹن ثانی	عبداللہ ثانی	13
توہین رسالت	خالد محمود سید	17
ڈاکٹر سید عبدالودود	محمد لطیف چوہدری	22
کھلی کچہریاں	سید انعام الحق	31
فی سبیل اللہ فساد	عبداللہ ثانی	33
ہندو بم اور ہم	ڈاکٹر شبیر احمد (فلوریڈا)	51
They were all self made	Shamim Anwar	59
Muslim Woman	Muhammad K.Hanif	64

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

14 اگست کا پیغام

شام کے سفر سے واپسی پر، حضرت عمرؓ نے دور و دراز وادی میں ایک خیمہ دیکھا۔ حسب معمول آپ تحقیق احوال کیلئے خیمہ میں گئے تو وہاں ایک بوڑھیا نظر آئی۔ بغیر بتائے کہ آپ کون ہیں، اس سے پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے؟ اس نے شکایت کی کہ حکومت کی طرف سے اس کی خبر گیری نہیں ہو رہی جس کی وجہ سے اسے تکلیف ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تم نے حکومت تک اپنی تکلیف کی اطلاع بھی پہنچائی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ یعنی اطلاع نہیں پہنچائی۔ حضرت عمرؓ نے معذرت کی اور کہا کہ جب تم نے اطلاع نہیں پہنچائی تو پھر خلیفہ کو اتنی دور سے تمہارا حال کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟ بوڑھیا نے کہا کہ

جب عمرؓ کو رعایا کا حال معلوم نہیں تو پھر خلافت کیوں کرتا ہے؟

حضرت عمرؓ اس واقعہ کو اکثر دہرایا کرتے اور کہا کرتے تھے کہ مجھے اس حقیقت سے اس بوڑھیا نے باخبر کیا کہ خلافت کی ذمہ داریاں کیا ہے۔

اور جب رعایا کا حال معلوم ہو جاتا تھا تو پھر کیا ہوتا تھا؟

آپ ایک رات گشت کر رہے تھے کہ مدینہ سے تین میل باہر، ایک خیمہ میں بچوں کے رونے کی آواز آئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بچے بھوکے ہیں اور سامان خوراک ختم ہو چکا ہے۔ آپ اسی وقت مدینہ واپس آئے۔ بیت المال سے آٹا، گوشت، کھجوریں وغیرہ لیں اور اپنے خادم سے کہا کہ اس سامان کو میری پیٹھ پر لاد دو۔ خادم نے کہا کہ میں اٹھا کر لئے چلتا ہوں۔ فرمایا کہ ان بچوں کے لئے بروقت سامان خوراک نہ پہنچانے کا جرم عمر کا ہے۔ جب تم اس جرم کے بار کو قیامت کے دن نہیں اٹھاؤ گے بلکہ اسے عمر کو خود اٹھانا پڑیگا تو اب تم اس بوجھ کو کیوں اٹھاؤ۔ عمر خود کیوں نہ اٹھائے؟ چنانچہ سامان اٹھا کر خیمہ میں آئے۔ خود چولھا جھونکا۔ کھانا تیار ہوا تو بچوں نے کھایا پیا اور اچھلنے کودنے لگے۔ بچوں کی والدہ نے کہا کہ

امیر المومنین بننے کے قابل تم ہو، نہ کہ عمرؓ!

امیر المومنین عمرؓ جب اس واقعہ کو یاد کیا کرتے تو آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جب مجھ سے پوچھا جائے گا کہ ان بچوں کو اتنا وقت کیوں بھوکا رہنا پڑا تو کیا جواب دونگا!

"حکومت" کا تاج ہر بوالہوس کے سر پر راست آسکتا ہے لیکن "خلافت" کا بوجھ ہر کندھا نہیں اٹھا سکتا۔

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے

سیمینار

بعنوان

اقبال اور قرآن

پاکستان سے اگر اقبالؒ کی فکر اور پیام کو نکال دیا جائے تو اس میں اور کسی سیکولر سٹیٹ میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ اقبالؒ کی فکر کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے اس لئے اقبال کی فکر کو فراموش کر دینے کا مطلب یہ ہے قرآنی نظام حیات کا صحیح تصور نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔

اندریں حالات اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ فکر اقبال کو قرآن حکیم کی روشنی میں عام کیا جائے۔

اس مقصد کے لئے ادارہ طلوع اسلام یکم نومبر 1998ء بروز اتوار دانشوران قوم کو

ایوان اقبال لاہور میں دعوت خطاب دے رہا ہے۔ تاریخ نوٹ فرما لیجئے۔

دعوت عام ہے۔ خود تشریف لائیں عزیز و اقارب اور دوستوں کو ہمراہ لائیں۔

بیرون ملک سے تشریف لانے والے حضرات ابھی سے سیٹیں محفوظ کروا لیں۔

چیئرمین ادارہ طلوع اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

1- امن و سلامتی

ایک مہذب ملک اور آئین و قوانین کا احترام کرنے والا معاشرہ' اس لئے آیہ رحمت ہوتا ہے کہ اس میں ہر فرد محسوس کرتا ہے کہ اس کی جان' مال' عزت' آبرو محفوظ ہے اور یہی وہ احساس ہے جس سے اس کی زندگی امن اور سکون سے گذرتی ہے۔ اگر آپ کو ہر وقت دھڑکا لگا رہے کہ نہ معلوم آپ کا ہمسایہ کس وقت آپ کی عزت اور ناموس پر ہاتھ ڈالدے گا۔ اگر آپ کو ہر آن خطرہ رہے کہ راستہ چلنے والے نہ جانے کب آپ کی جان اور مال پر حملہ کر دیں گے تو آپ کی زندگی جس عذاب میں گذرے گی اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ہم جن لوگوں میں بستے ہیں ان کی طرف سے حفاظت کی ضمانت ہی وہ اطمینان ہے جس سے زندگی کی گاڑی چلتی رہتی ہے۔ اگر یہ اطمینان اٹھ جائے تو جینا محال ہو جائے۔ قرآن کریم نے انسانی معاشرہ کا جو بلند ترین نقشہ پیش کیا ہے اس کی اولین خصوصیت یہ بتائی ہے کہ اس میں افراد معاشرہ کے لئے نہ کسی قسم کا خوف ہو گا نہ حزن۔ ایسے* جنت بداماں معاشرہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں تکمیل پذیر ہونا تھا۔ اسی لئے حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھوں اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔ آپ تہذیب و شائستگی کے اس تقاضے' آئین و ضوابط کے اس احترام اور مسلمانوں کی اس تعریف کو سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔ پورا ملک ابتری کا شکار ہے' سندھ دہشت گردوں کے نرغے میں ہے۔ سندھ کے بعد اب پنجاب میں بھی صورت حال تیزی سے بگڑ رہی ہے۔ بے گناہ شہریوں کے قتل' بنکوں میں ڈاکے' اغوا اور راہ چلتے لوگوں کو لوٹنے کے واقعات معمول بن چکے ہیں۔ دہشت گردی اور قتل و غارت گری کے واقعات نے لوگوں کو سراسیمہ کر دیا ہے۔

وہ کونسی آنکھ ہے جو ہر روز اس عبرت انگیز منظر کا نظارہ نہیں کرتی اور وہ کونسا دل ہے جو ہر آن اس الم انگیز حقیقت کا احساس نہیں کرتا۔ حالات کی یہ خرابی نہ کسی ایک صوبے تک محدود ہے نہ کسی خاص طبقہ سے مخصوص۔ روزمرہ واقعات کی شدت' وسعت اور گہرائی کا اندازہ اس سے لگایئے کہ عوام تو ایک طرف' ارباب حل و عقد بھی بوکھلائے ہوئے ہیں۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس ابتری کا علاج کیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ پورا ملک مایوسی کی لپیٹ میں آچکا ہے۔ ہر شخص اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ان حالات کے سدھرنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟ کیا ان خرابیوں کا کوئی علاج ممکن ہے؟ کیا ہم اس عذاب سے نجات پا سکتے ہیں؟ کیا ہماری

باز آفرینی کی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟ بعض لوگ اس پریشانی فکر و نظر اور سراسیمگی قلب و نگاہ کو موجود حکمرانوں کے کھاتہ میں ڈال کر اس خوش فہمی میں مبتلا نظر آتے ہیں کہ حکومت بدلتے ہی حالات بدل جائیں گے حالانکہ حکومت کی تبدیلی ہمارے لئے کوئی نیا تجربہ نہیں پچھلے 50 برس میں کئی حکومتیں مٹیں اور ان کی جگہ نئی حکومتیں بنیں۔ ہر جانے والی حکومت پر لوگوں نے شکرانے کے نفل پڑھے اور ہر آنے والی کا استقبال ان توقعات کے ساتھ کیا کہ وہ ان کے دکھوں کا مداوا ثابت ہو گی لیکن چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ یہ توقعات فریب نفس سے زیادہ کچھ نہ تھیں۔ نئی حکومت پرانی حکومت سے بھی بدتر ثابت ہوئی۔ سوال پھر یہ ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ وزارتوں کی اس قدر تبدیلیوں کے باوجود ملت کی کشتی بھنور سے نکلتی ہی نہیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ ہمارے ہاں چند افراد ہیں جن کے مجموعہ کا نام "اوپر کا طبقہ" ہے۔ وزارت اور حکومت انہی چند افراد کے اندر گردش کرتی رہتی ہے۔ جسے وزارتوں کا ٹوٹنا اور بننا کہتے ہیں، وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ان افراد کی کرسیاں بدلتی رہتی ہیں۔ جو کل سفیر تھا آج وزیر ہے۔ جب وزارت ٹوٹتی ہے تو پھر یہ کہیں سفیر بن کر چلا جاتا ہے اور اس کی جگہ انہی میں سے کوئی اور وزیر آجاتا ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ ایک تھیٹریکل کمپنی میں ایکٹرز دس بیس ہی ہوتے ہیں لیکن یہ کمپنی ہر شام ایک نیا کھیل سٹیج پر پیش کرتی ہے۔ اس میں ہوتا یہی ہے کہ جو آج کے ڈرامے میں قاتل ہے وہ آنے والے کھیل میں مقتول بن جاتا ہے۔ جو کل کے کھیل میں چور تھا آج کے ڈرامے میں قطب بن کر سامنے آجاتا ہے۔ قوم کی تقدیر انہی لوگوں کے ہاتھ میں بنتی اور بگڑتی ہے جنہیں "اوپر کا طبقہ" کہا جاتا ہے۔ اگر یہ طبقہ اچھا ہے تو قوم کی تقدیر بھی اچھی ہو گی اور اگر یہ برا ہے تو عذاب قوم کو بھگتنا ہو گا۔ یہ طبقہ بالعموم دولت مندوں پر مشتمل ہے۔ دولت کی بناء پر یہ لوگ پہلے اوپر آگئے تھے اور اب اسی دولت کے بل بوتے پر اقتدار کو اپنے حلقے کے اندر رکھے ہوئے ہیں۔ حکومت کی کرسیاں چونکہ کم ہیں، اس لئے ہوتا یہ ہے کہ ان میں سے جن لوگوں کے حصے میں کرسی نہیں آتی وہ کرسی نشینوں کی ٹانگ کھینچنے کے درپے رہتے ہیں اور جب اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو انہیں کرسیوں سے اتار کر ان کی جگہ لے لیتے ہیں۔ پچھلے پچاس سال سے یہی کچھ ہو رہا ہے۔ لہذا نظام تبدیل کئے بغیر حکومت بدلنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہاں البتہ "اوپر کا طبقہ" چاہے تو ملک میں پھیلی ہوئی ابتری، دور نہیں تو کم ضرور کی جا سکتی ہے۔ دوران انتخاب ہمارے یہ سیاستدان اپنے حلقے میں قریہ قریہ گھومتے ہیں، ہر دروازے پر دستک دیتے ہیں، ہر فرد سے ملتے ہیں۔ انہیں اپنے وسائل حرب کا علم بھی ہوتا ہے اور اپنے مخالفین کی قوت ضرب کا اندازہ بھی۔ لہذا ان حلقوں میں رہائش پذیر بدکردار اور بدقماش لوگوں کا علم ان سے بہتر اور کس کو ہو سکتا ہے؟ اس لئے یہ ذمہ داری منتخب نمائندگان کو کیوں نہیں سونپی جاتی کہ وہ اپنی حفاظت کے لئے گاڑیاں خریدنے اور کلاشن کوف بردار محافظ جمع کرنے کی بجائے اپنے حلقوں کو ناجائز اسلحہ اور غنڈہ عناصر سے پاک کرنے میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں تاکہ ان کے ووٹر بھی سکھ کا سانس لے سکیں۔ اس سے

نہ صرف ملک میں امن و امان کی فضا بحال ہو گی بلکہ عوام کا یہ خوف بھی دور ہو جائے گا کہ غنڈہ عناصر یا تو سیاست دانوں کے محافظ دستوں میں شامل ہیں یا انہیں ان کی سرپرستی حاصل ہے لہٰذا ان کے خلاف لب کشائی اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ حکومت کی بھرپور اشتہاری مہم کے باوجود مجرموں کی نشاندہی میں عوام وہ کردار ادا نہیں کر پائے جس کی ان سے توقع تھی۔ دہشت گردی کے چند واقعات میں غیر ملکی ایجنسیوں کا ہاتھ ہو سکتا ہے لیکن اس ملک کی لوٹ مار میں کون لوگ ملوث ہیں؟ یہ یقیناً ہمارے ہی آدمی ہیں جن کی نشاندہی' ان حالات میں' منتخب نمائندوں کا کام ہے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانا حکومت کا فریضہ۔ عوام کو یہ مایوسی بہرکیف نہیں ہونی چاہئے کہ ووٹ دیتے وقت انہوں نے سوچ سمجھ سے کام نہیں لیا تھا۔

2- کالا باغ ڈیم

قوموں کی زندگی میں ایسے لمحات بہت کم آتے ہیں کہ پوری قوم کسی ایک نکتے پر **مرتکز** ہو کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ 1965ء کی جنگ کے بعد بھارت کے ایٹمی دھماکوں کے جواب میں کئے گئے ایٹمی دھماکوں نے پوری قوم کو ایک بار پھر ایک پلیٹ فارم پر لا جمع کیا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب چند سوختہ بختوں کے سوا پوری قوم نے حکومت کے ہر فیصلے پر صاد کیا حتیٰ کہ ایمرجنسی پر بھی کسی کو اعتراض نہ تھا۔

یہ منظر ابھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہوا تھا کہ نہ جانے کیوں اور کس ہنگامی ضرورت کے تحت وزیراعظم پاکستان جناب نواز شریف صاحب نے' صوبوں کو اعتماد میں لئے بغیر کالا باغ ڈیم بنانے کا اعلان کر دیا۔ ڈیم کی پلاننگ ایک مدت سے ہو رہی تھی۔ ڈیم کے فوائد کے علی الرغم ملک کے مختلف حصوں اور بعض طبقوں کی طرف سے طرح طرح کے خدشات کا اظہار بھی کیا جا رہا تھا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ماہرین نے ان خدشات کو درخور اعتنا نہ سمجھا ہو گا لیکن یہ ضروری تھا کہ قوم کے سامنے تصویر کے دونوں رخ پیش کر کے قوم کو عموماً" اور چاروں صوبوں کے ماہرین کو خصوصاً" اعتماد میں لیا جاتا تاآنکہ قوم کا ایک ایک فرد اپنے حصے کا پتھر لگانے خود کالا باغ پہنچتا۔

دوسری غلطی ہم نے یہ کی کہ ایک خالصتاً" فنی معاملے کو عام بحث کے لئے عوام اور سیاستدانوں کے سپرد کر دیا حالانکہ عام آدمی تو ایک طرف ہمارے ہاں اچھے بھلے پڑھے لکھے افراد کو بھی کیا علم کہ ہمارے ملک کے آبی وسائل کیا ہیں' اور ان آبی وسائل سے کیونکر استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ زمین کی زرخیزی' زراعت کی ترقی اور اس کے لئے پانی کی فراہمی' ایسے مسائل ہیں جن پر قابو پانے کے لئے ہمارے چاروں صوبوں میں ماہرین پر مشتمل ورکنگ گروپس پہلے سے موجود ہیں۔ اس لئے اس اہم قومی مسئلہ پر بڑھتے ہوئے انتشار پر قابو پانے کے لئے مناسب ہو گا کہ چاروں صوبوں کے ماہرین (نہ کہ سیاستدان) باہم مل بیٹھیں اور ملک کے وسیع تر مفاد میں جو بھی بہتر ہو اس پر متفق ہو جائیں۔ نہ موجودہ حکومت اسے وقار کا مسئلہ بنائے اور نہ ہی حزب مخالف نو نو کی رٹ لگائے۔ یہ ایک فنی مسئلہ ہے جس پر ماہرین کی رائے کو فوقیت دی جانی چاہئے۔

خط لکھ کر مفت طلب فرمائیے

مسئلہ قادنیت کا قانونی فیصلہ تو ہو گیا لیکن ذہن ابھی تک صاف نہیں ہوئے ذہن صاف نہیں ہو سکتے جب تک یہ نکات واضح نہ ہوں کہ

- ★ نبوت کا مقام کیا ہے ؟
- ★ ختم نبوت کی حقیقت اور اہمیت کیا ہے ؟
- ★ سلسلۂ وحی کیوں بند کیا گیا ہے ؟
- ★ ختم نبوت سے انکار کیوں تذلیل انسانیت ہے ؟

"نبوت کا دروازہ بند ہو جانے کے بعد"

کون کون سی کھڑکیاں کھولی گئیں جس کے راستے اس قسم کے مدعیان' حصار اسلام میں داخل ہو گئے ؟ ان کھڑکیوں کو بند کر دینے کا کیا طریق ہے ؟

قادیانی (ربوی) اور لاہوری جماعتوں کی اصلیت کیا ہے ؟

قرآن کریم اور "احمدی" لٹریچر کی روشنی میں تفصیل کے لئے

پرویز صاحب کی فکر انگیز کتاب

"ختم نبوت اور تحریک احمدیت"

ملاحظہ فرمائیں

طلوع اسلام ٹرسٹ B-25 گلبرگ لاہور 54660 فیکس نمبر: 042-5866617

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پرویز کی مخالفت اور اس کے اسباب

"غلام احمد پرویز ہمارے دور کی ان دینی اور علمی شخصیتوں میں سے ہیں جن کے افکار سے اتفاق کرنے والے بھی بہت ہیں اور مخالفت کرنے والوں کی بھی کمی نہیں۔ ان کے متعلق متضاد باتیں کہی اور سنی جاتی ہیں۔

"پرویز منکر حدیث ہے' مقام رسالت سے ناواقف ہے"۔

"پرویز اسلام کے پردے میں کمیونسٹ ہے"۔

"پرویز نے اسلام کی صداقتوں کو علمی انداز میں پیش کیا ہے"۔

"پرویز اسلام کی عظمت کا مبلغ ہے"۔

یہ باتیں کتنی مختلف اور متضاد ہیں۔ کچھ لوگ تو ایمانداری کے ساتھ ان میں سے کوئی ایک بات مانتے اور کہتے ہیں لیکن عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ ایسے خیالات سنی سنائی باتوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس کے اسباب کئی ہیں جن میں سے سب سے نمایاں یہ سبب ہے کہ مسلمان کتنے ہی فرقوں میں بٹ گیا ہے۔ ہم جس فرقہ میں پیدا ہوتے ہیں اسی کے اکابر کو مانتے ہیں اور دوسروں کو برا یا ادنیٰ جانتے ہیں اور جو شخص فرقہ سازی کا سرے سے مخالف ہو اور اپنے آپ کو صرف مسلمان کہنا کافی سمجھتا ہو اس کو شک و شبہ کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کو کسی فرقہ کی ہمدردی حاصل نہیں ہوتی۔

جناب پرویز کے سلسلہ میں کچھ اور اسباب بھی جمع ہو گئے ہیں--- ہمارے نزدیک وہ سبب یہ ہیں۔

1- غلام احمد پرویز کی کتابیں بہت ضخیم بھی ہیں اور مہنگی بھی۔ فی زمانہ نہ ہر شخص کے پاس وقت ہے اور نہ اتنا روپیہ کہ وہ ان کی ہر تصنیف کا مطالعہ کر سکے۔ چونکہ ان کی بزم طلوع اسلام کبھی سیاسی تحریک نہیں رہی اس لئے دوسری دینی اور اسلامی جماعتوں کی طرح اس نے کتابچوں اور سستے لٹریچر کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی۔

2- پرویز صاحب کا انداز تحریر مشکل اور عالمانہ ہے۔ علمی اور فنی اصطلاحوں کی ان کی عالمانہ کتابوں میں کمی نہیں۔ ان کے عالمانہ انداز اور علمی اصطلاحوں نے انہیں عام لوگوں کی رسائی سے دور کر دیا ہے۔

3- مختلف فرقے اور جماعتیں جو ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں وہ سب پرویز صاحب کی مخالفت کے مسئلہ پر متفق ہو جاتی ہیں کیونکہ طلوع اسلام کی دعوت کا اثر ان کے مفادات پر پڑتا ہے۔ صوفی' وہابی' اہل حدیث' اہل قرآن' شیعہ حضرات اور سابق جماعت اسلامی کے اراکین یہ سب اس دعوت کے خلاف اتحادیوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے سرمایہ دار اور زمیندار جو نظام ربوبیت اور اسلام کے انقلابی معاشی پروگرام سے حد درجہ خائف ہیں' وہ بھی پرویز کے مخالفوں میں ہیں۔

4- مخالفت کا جو سبب ہمارے نزدیک سب سے زیادہ اہم ہے وہ یہ کہ پرویز صاحب نے چند جزوی اور نسبتاً" غیر اہم مسائل میں جمہور کے صدیوں پرانے عقائد و رسوم کی مخالفت کر کے سب کی مخالفت مول لے لی مثلاً قربانی کے

متعلق ان کے خیالات نے ان کی مخالفت کو بہت عام کر دیا ہے۔

اس اعتبار سے پرویز صاحب کی ذات' سر سید احمد خان سے بڑی مماثلت رکھتی ہے۔ سر سید نے کسی وقتی مصالحت کی خاطر حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا۔ جب سر سید نے شیطان کے خارجی وجود سے انکار کیا تو محسن الملک نے ان کی مخالفت کی۔ اس مخالفت میں یقیناً علی گڑھ تحریک کے مفاد کی حفاظت کا خیال بھی شامل تھا۔ محسن الملک نے لکھا کہ ایک شخص شیطان کو اپنے وجود میں شامل سمجھ کر اس سے بچتا ہے اور دوسرا شخص اسے خارجی وجود سمجھ کر اس سے گریز کرتا ہے۔ قرآن کا مقصد دونوں صورتوں میں پورا ہو جاتا ہے اس لئے یہ بحث غیر ضروری اور مضر ہے مگر یہ امر ان (سر سید) کی طبیعت ہی کے خلاف تھا کہ وہ ایک بات کو سچ سمجھے اور اس پر زور نہ دیتے۔

پرویز خوش قسمت ہیں کہ انہیں سر سید احمد خان کی طرح تکفیر کے فتوؤں کا سامنا نہ کرنا پڑا اور بات محض گمراہی و ضلالت" پر ختم ہو گئی۔ اس کا سبب زمانے کی تبدیلی ہے ورنہ "ملائے کافر گر" میں شاید ہی تبدیلی پیدا ہوئی ہو۔ اس ضمن میں اس بات کا اضافہ بھی کیجئے کہ معارف القرآن کی مختلف جلدوں میں پرویز صاحب نے جن قرآنی حقائق کو پیش کیا ہے اور جن کی بناء پر ان کی شدید مخالفت ہوئی وہ ان کے بانی نہیں بلکہ ان خیالات کا اظہار اسلام کے بہترین علماء اور مفکر ہر دور میں کرتے رہے ہیں۔ مثلاً معراج اور شق صدر کو تمثیل ماننا' ایسی تمثیلیں جو مقام محمدیؐ کی منزلت و عظمت کو پیش کرتی ہیں' ابلیس اور ملائکہ کا خارجی وجود تسلیم نہ کرنا' قصہ آدم کو تخلیق کائنات کی سرگزشت اور انسان کے ارتقاء کی دستاویزی کہانی قرار دینا' حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں یہ یقین کہ وہ بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوئے اور قرآن کی کسی آیت کو منسوخ نہ ماننا --- یہ تمام خیالات ہمیں حجتہ الاسلام امام غزالی' امام دہلوی' امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ وغیرہ کے یہاں مل جاتے ہیں۔

چند خیالات ایسے ہیں جن کا سراغ صرف برصغیر کے دینی مفکروں کے یہاں ملتا ہے مثلاً جن و اجنہ سے صحرائی لوگ مراد لینا۔

اس مختصر جائزہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ پرویز کے بہت سے بنیادی افکار و تصورات بزرگان اسلام کے یہاں بھی ملتے ہیں مگر پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ صرف پرویز کی مخالفت کیوں ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو صداقتیں بکھری ہوئی تھیں اور جنہیں اکابر اسلام ہی جانتے تھے' انہیں پرویز نے یکجا کیا اور عہد حاضر کی علمی زبان میں یوں پیش کیا کہ نیا شعور رکھنے والے افراد متوجہ ہو گئے۔ اس کے علاوہ قرآن کی بہت سی صداقتیں زیادہ وضاحت کے ساتھ عہد حاضر کی علمی ترقی کے ساتھ نظر کے سامنے آئی ہیں' انہیں بھی پرویز نے پیش کیا ہے۔ مزید برآں یہ کہ پرویز نے کہیں بزرگوں کے حوالے التزام کے ساتھ پیش نہیں کئے' اس کی وجہ بنیادی ہے اور وہ یہ کہ کوئی بات اس لئے درست نہیں کہ فلاں فلاں بزرگ کہہ گئے ہیں بلکہ اس لئے ہمارے ایمان کا جزو ہے کہ یہ قرآن کا فیصلہ ہے ورنہ بزرگوں کے اقوال کی بیساکھی کے ذریعہ مقبولیت حاصل کرنا زیادہ مشکل نہ تھا۔

5- جناب پرویز کی مخالفت کا ایک اور سبب یہ ہے کہ انہوں نے غیر ضروری موشگافیوں سے اسلامی افکار و تصورات کو آزادی دلا کر انہیں عام سوچنے سمجھنے والے مسلمانوں کی ملکیت بنا دیا۔ ورنہ ہمارے یہاں حالت تو یہ ہے کہ بقول مولانا حالی صرف غسل جنابت پر کم سے کم دس ہزار صفحات ہمارے فقہا نے لکھے ہیں جن کے پڑھنے میں ساری عمر گزر جائے۔

"علم حدیث" اس قسم کی موشگافیوں اور نکتہ سنجیوں کی بہترین مثال ہے۔ ہمارے مورخین نے راویوں کے

حالات جمع کیے جسے "علم الرجال" کہتے ہیں۔ پھر روایت کے سلسلے جوڑے گئے ہمارے محدثین نے کتب حدیث کو اعتبار و عدم اعتبار کے لحاظ سے کئی حصوں میں تقسیم کیا۔ مثلاً "صحت" "شہرت" اور "قبول" کے معیار یا پھر وضعی احادیث کو پرکھنے اور جانچنے کی صورتیں۔ مثلاً حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے وضعی یا جعلی احادیث کی جو پہچانیں بتائی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

1- حدیث تاریخی واقعہ کے خلاف ہو۔

2- حدیث میں ایسی بات بیان کی گئی ہو جس کا جاننا اور کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہو مگر روایت ایک ہی شخص کرتا ہو۔

3- عقل اور قواعد شرع کے خلاف ہو۔

4- الفاظ خلاف محاورہ اور مضمون نامعقول ہو۔

5- چھوٹے گناہ کے لئے نہایت سخت عذاب سے ڈرایا گیا ہو اور چھوٹی سی نیکی پر بہت زیادہ اجر و ثواب کی بشارت دی گئی ہو۔

6- حدیث صرف کسی دشمن نے بیان کی ہو۔

یہ حدیث کی پرکھ کی چند شرطیں ہیں۔ اسی طرح احادیث کی کتنی ہی قسمیں ہیں مثلاً حدیث بامعنی' حدیث مقطوع' حدیث مرفوع' حدیث معلق' حدیث منقطع' حدیث مدرج' حدیث مضطر' حدیث مدلس وغیرہ۔

پرویز صاحب نے ان تمام موشگافیوں اور علمی نمائش کی جگہ ایک حتمی اور یقینی معیار پیش کر دیا وہ یہ کہ جو حدیث قرآن کے احکام و تعلیمات کے خلاف ہو' وہ غلط ہے۔ یوں تمام موشگافیوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ یہ معیار کوئی نئی بات یا اختراع پردازی نہیں ہے' بلکہ اس کا سلسلہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے۔ "حضرت عائشہؓ نے حدیث سماع موتی کی حدیث نبوی ہونے سے بہ سبب مخالفت قرآن کے انکار کیا باوجودیکہ صحابی اس کے راوی تھے اور نہایت قلیل زمانہ عہد برکت عہد رسول مقبول صلعم سے گزرا تھا۔

(اقتباس از "غلام احمد پرویز- بنیادی افکار و تصورات کا تعارف" از پروفیسر حسنین کاظمی شائع کردہ ادارہ نشان راہ 240 گارڈن ایسٹ کراچی)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

احباب کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی میں پلاٹ برائے فروخت

محترم محمد عمر دراز مرحوم کا' احباب کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی (اندرون جوہر ٹاؤن' لاہور) برلب نہر ایک کنال کا پلاٹ فروخت کرنا مطلوب ہے۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات بیگم عمر دراز 3/2 فیصل نگر ملتان روڈ لاہور یا فون 758684 پر رابطہ کریں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

چوہدری صاحب کے انقلاب آفریں اور فکر انگیز مقالات و خطبات کا مجموعہ

فردوس گم گشتہ

جو نوجوانوں میں عقابی روح بیدار کرنے کا ذریعہ ہے۔

فہرست مضامین

- دنیا کی نجات
- فردوس گم گشتہ
- اسلام اور سائنس
- اسلام اور مذہبی رواداری
- کیا تمام مذاہب یکساں ہیں ؟
- قرآن اور تاریخ
- یہ زمین کس کی ہے ؟
- اپنی آنکھ اور قرآن کی روشنی
- خدا اور قیصر
- جنگ
- ایمان بلا عمل
- خدا کی بادشاہت
- تمسک بالکتاب
- وراثت
- مسلمان کی زندگی
- قرآن کا معاشی نظام
- نسخ اور اس کا استعمال

قیمت (علاوہ ڈاک، پیکنگ خرچ)

سٹوڈنٹ ایڈیشن =/Rs. 100 اعلیٰ ایڈیشن =/Rs. 200

مینیجر طلوع اسلام ٹرسٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آہ۔ کیپٹن ثانی (شہید)

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون○

یاد رکھو! دنیا میں نظام خداوندی متشکل کرنا پھولوں کی سیج نہیں' کانٹوں کی راہ ہوتی ہے۔ اس میں' اور تو اور' جان تک بھی دے دینی پڑتی ہے۔ لیکن جو اس جدوجہد میں جان دیتا ہے' وہ مرتا نہیں۔۔ اسے مردہ سمجھنا ہی نہیں چاہئے (3/168)۔ وہ حیات جاوداں سے بہریاب ہوتا ہے۔ لیکن' جس طرح تم اس طبیعی زندگی کا ادراک' حواس کے ذریعے کر سکتے ہو۔۔ یعنی تم دیکھ سکتے ہو کہ فلاں شخص زندہ ہے یا نہیں۔۔۔ اس زندگی کا ادراک اس طرح نہیں کر سکتے۔ وہ محسوسات کی دنیا سے باہر کی چیز ہے۔ (البتہ اسکے امکان کو سمجھ سکتے ہو)۔

(مفہوم القرآن)

گو کہ جان انسان کے لئے سب سے قیمتی اور عزیز شے ہے اور حیات جاوداں اتنی بلند کہ انسانی شعور کے لئے اسے حیطہ تصور میں لانا بھی ناممکن۔ حیات جاوداں حاصل کرنے کے لئے جان' جان آفریں کی راہ میں نثار کرنا پڑتی ہے اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو حیات جاوداں سے بہرہ یاب ہو جائیں۔

بیٹے! مجھے تمہاری زندگی کا ایک ایک لمحہ یاد ہے۔ تم نے جب بھی میرے ساتھ مجاہدانہ زندگی کی بات کی' میرے چہرے کے آثار چڑھاؤ سے میری دلی افسردگی پڑھ کر نہایت خوبصورتی سے اس موضوع کا رخ کسی ہلکی پھلکی بحث میں تبدیل کر دیا۔

1965ء کی جنگ میں راقم کو ڈپٹی وارڈن بنایا گیا تھا۔ اس وقت ایک فوجی بیٹے کی خواہش نے کروٹ لی اور یہ خواہش کیپٹن شہزاد عدنان نور ثانی (شہید) کی شکل میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔

بیٹے! میں نے تمہاری اصلی تاریخ پیدائش کو کوئی اہمیت نہیں دی کہ میرے دل و دماغ پر بانی پاکستان کی تاریخ پیدائش سوار تھی۔ اس لئے میں نے تیرے مستقبل کی عظمت کو پیش نظر رکھ کر سرکاری کاغذات میں تیری پیدائش کا دن اس شخصیت سے منسوب کر دیا جس نے ہمیں ایک آزاد مملکت میں سانس لینا سکھایا اور جس کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کی تیاری میں تم نے اپنی جان' جان آفریں کے حوالہ کر دی۔ اگرچہ اس وقت یہ ایک طفلانہ سی سوچ تھی لیکن وقت کے مورخ نے اس سعد گھڑی کو اس طرح قبول کیا کہ سال کے سب سے لمبے دن کو تیری شہادت کے لئے منتخب کر لیا۔ جیسے والد مرحوم کی ساعت وفات پر ان کے جیب کی گھڑی رک گئی تھی ویسے ہی اب دنیا نے وہ گھڑی دس بجکر پانچ منٹ پر رکی ہوئی دیکھ لی جو تیری شہادت پر عین اس وقت رک گئی جب تیری روح مقام علیین میں داخل ہو رہی تھی۔

کون کہتا ہے کہ عظیم حادثات پر وقت نہیں تھمتا۔ یہ مجھ سے کوئی پوچھے تو میں انہیں بتاؤں کہ آیئے! دیکھئے اور محسوس کیجئے کہ وقت کیسے تھم جاتا ہے۔

موت ہمیشہ اپنے پیچھے صف ماتم چھوڑتی ہے۔ لیکن موت موت میں بھی فرق ہوتا ہے۔ بچپن' جوانی' تعلیم و تربیت کے مراحل کو پھلانگتے یہ خوبرو نوجوان' کسی قابل ہوا تو وطن عزیز کی خدمت کا جذبہ اسے فوج میں لے گیا۔ کتنا مقدس تھا یہ جذبہ اور کتنے حسین ہونگے وہ خواب جو اس نوجوان نے دیکھ رکھے ہونگے۔ دور فضاؤں میں دیکھتا ہوں تو ایک ٹمٹماتا ہوا ستارہ میری آنکھوں کے سامنے کوند جاتا ہے' بوڑھے باپ کا عصائے پیری' ماں کا دلارا' بھائیوں کا بازو' بہن کی آنکھوں کا تارا' اپنی منگیتر کی آرزوؤں کا مرکز' ...

کا دوست اور مجاہدین صف شکن کا ہمرکاب، ذوق شہادت میں مگن، امیدوں، سہاروں اور تمناؤں کے سارے شیشے چکنا چور کرتا ہوا اپنے مستقر پر یوں لینڈ کر گیا جیسے کوئی دوسرا مستقر اس کی راہ میں تھا ہی نہیں۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت، نہ کشور کشائی

شہید کی زندگی کے لمحات کچھ یوں محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔

نام	شہزاد عدنان نور ثانی	اصلی تاریخ پیدائش	21-09-1971
قائداعظمؒ کی پیدائش کی نسبت سے اندراج	25-12-1971	پسندیدہ رنگ	نیلا
خواہش	وطن عزیز کی خدمت۔دفاع	پسندیدہ پھول	گلاب
مشاغل	ادب	آنکھوں کا رنگ	ہلکا بھورا
سکول میں تاریخ داخلہ	01-03-1976	پہلا روزہ رکھا	11-08-1980
باڑ سکول میں داخلہ	23-04-1982	آمین قرآن کریم	28-05-1982
میٹرک فرسٹ ڈویژن	15-08-1987	ایڈورڈ کالج میں داخلہ	30-08-1987
کالج سے الوداع	30-03-1988	کاکول میں داخلہ	01-04-1988
قد	6فٹ۔3انچ	کاکول میں دراز قامتی کی نسبت سے نام	لانگی
کاکول سے پہلی بار گھر آمد	12-05-1988	کاکول سے فراغت بطور سیکنڈ لیفٹیننٹ	15-04-1992
پائلٹ کورس آرمی ایوی ایشن	05-11-1995	منگنی	18-05-1996
زندگی میں گھر سے آخری روانگی	08-05-1998	تاریخ شہادت	22-06-1998
فون پر آخری بات	21-06-1998	وقت جب گھڑی تھم گئی	10:05 P.M.
تاریخ تدفین فوجی اعزاز کے ساتھ	23-06-1998 شام۔6 بجے		

اور اس طرح خاندان ثانیان کے چشم و چراغ نے اپنے چھ دوسرے شہید ساتھیوں کے ساتھ جام شہادت نوش کر کے وہ مقام حاصل کر لیا جس کی آرزو لئے وہ اس لمحہ سعید کے انتظار میں تھا۔ والدین اور تمام عزیز و اقارب اس کی شہادت پر پوری قوم کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

جگرپاش
عبداللہ ثانی

شہید کی ڈائری کا ایک ورق

He Who Spreads out
His hands
To Catch The Stars
Forgets
The flowers At his
Feet

شہید کی روح پر پھولوں کی برسات

(مکتوب از عبداللہ ثانی)

منجانب وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف

بذریعہ تار۔ آپ کے بیٹے کیپٹن شہزاد عدنان نور ثانی کی ناگہانی موت کا دکھ ہوا۔ خداوند کریم مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

جنرل جہانگیر کرامت، چیف آف آرمی سٹاف

آپ کے بیٹے کیپٹن شہزاد عدنان نور ثانی کی شہادت کا دلی صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور خاندان کو اس ناقابل تلافی نقصان کے برداشت کا حوصلہ دے۔ آمین۔

لیفٹیننٹ جنرل محمد یوسف خان، ملٹری سیکرٹری جی ایچ کیو، راولپنڈی

شہزاد عدنان نور ثانی کی وفات کا صدمہ ہوا۔ مرحوم ایک انتہائی قابل اور درخشاں مستقبل کے ساتھ ساتھ اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک تھا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے عظیم راہنمائی کے جواہر سے مالا مال کرتے ہوئے دوسروں کے لئے بہترین نمونہ بنایا تھا۔ اسے وقت یقیناً یاد رکھے گا۔ ہماری دلی تعزیت قبول فرمائیں۔ اور آپ سب کو اس ناقابل تلافی نقصان کے برداشت کا حوصلہ دے۔ آمین۔

بریگیڈیئر غلام عباس ملک

بذریعہ تار۔ آپ کے بیٹے کی ناگہانی موت کا سخت صدمہ ہوا۔ خاندان اور آپ کو خداوند کریم اس ناقابل تلافی نقصان کے برداشت کا حوصلہ دے۔ آمین۔

لیفٹیننٹ کرنل اختر عباس جنجوعہ

آپ کے بیٹے کی وفات کی خبر نے دلی رنج دیا۔ میری دلی تعزیت قبول فرمائیں۔

لیفٹیننٹ کرنل قیصر حمید ملک

مرحوم کی زندگی اور مجاہدانہ موت ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کی آنے والی منزلوں کو آسان فرمائے اور سب لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر زاہدہ درانی

کیپٹن شہزاد کی شہادت کی خبر مجھے انگلینڈ میں ملی۔ شہادت کا مقام اپنی جگہ، بیٹے کی جدائی لواحقین کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت دے۔ آمین

مدیر طلوع اسلام

جہاز اکثر کریش کر جاتے ہیں مگر حیات جاوداں انہی کے حصے میں آتی ہے جو راہ حق پر گامزن ہوں۔ خوش بخت ہے میرا بھائی عبداللہ ثانی کہ اسے شہید کا باپ ہونا نصیب ہوا۔

سینکڑوں کی تعداد میں فون، خطوط اور تعزیتی پیغامات جن میں وابستگان تحریک طلوع اسلام، بری فوج کے افسران، کیپٹن نایاب، کیپٹن ظہیر، کیپٹن پاشا، میجر ارشد، کرنل طارق اور دوسرے ریٹائرڈ فوجی افسران۔ چیف جسٹس صوبہ سرحد، جج صاحبان ہائیکورٹ، وزیراعلیٰ صوبہ سرحد، ڈپٹی سپیکر حاجی عدیل، محترم قاسم نوری، محترم پروفیسر علی حسن مظفر، محترم اشرف ظفر، محترم عبیدالرحمان ارائیں کویت، محترم عطاء الرحمان ارائیں لاہور، محترم منظور احمد اور ان کا پورا خاندان اوسلو، محترم محمد نعیم ناروے، محترم فرحت صاحب لندن، محترم نجم خان سعودیہ، محترم پروفیسر اقبال اور ایسے سینکڑوں نام ہیں جن کا درج کرنا ممکن

شہید کے نام

(باپ کا نذرانہ شہید بیٹے کے حضور)

جگر میں درد، سینے میں کسک، آنکھوں میں پانی ہے
نہ کچھ کیف و مسرت ہے، نہ لطف زندگانی ہے
میں اب سمجھا کہ یہ منظور تھا میرے مقدر کو
میں اب سمجھا کہ یہ میرا مال شادمانی ہے
جگر لخت لخت .... جگر تار تار

تیری تصویر جب چشم تصور میں سماتی ہے
مجھے صحن گلستان سے تیری آواز آتی ہے
میری خلوت میں تیری یاد جب جادو جگاتی ہے
اندھیرے میں شعاع نور بن کر پھیل جاتی ہے
اے نور نظر .... اے نور بصر

برسات کا موسم ہے بہاروں کا سماں ہے
اے نور نظر ایسے میں تو آج کہاں ہے
میں ڈھونڈتا پھرتا ہوں تجھے دشت و جبل میں
تو دور تر از دسترسِ اہل جہاں ہے
ساون کی گھٹا نے ہے، عجب رنگ جمایا
کوئل کی صدا نے ہے چمن سر پہ اٹھایا
تکتے ہیں تیری راہ تیرے بھائی تیرے دوست
ہم منتظر ہیں آج مگر تو نہیں آیا
یہ دھوپ یہ برکھا یہ شفق اور ستارے
ہیں کتنے دل آویز زمانے کے نظارے
آکاش پہ گھنگھور گھٹا جھوم رہی ہے
تو کونسی بدلی میں چھپا ہے میرے پیارے
آجا فقط اک دن کے لئے خلد سے آجا
ترسی ہوئی آنکھوں کو جھلک اپنی دکھا جا
کیا رنگ ہے کیا ڈھنگ ہیں اس عالم نو کے
کچھ ہم کو فردوس کے احوال بتا جا

آجا! اک بار تو آجا! تجھے روتے ہیں ثانیاں
ویراں ہے میکدہ۔ نوشین و ثمر ہیں پریشان

عبداللہ ثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خالد محمود سید- سعودی عرب

توہین رسالت

گذشتہ دنوں خبر عام ہوئی کہ ایک غیر مسلم پاکستانی کو توہین رسولؐ کے جرم میں عدالت نے موت کی سزا سنائی- اس فیصلے اور اس کی قانونی بنیاد پر احتجاج کرتے ہوئے ایک اعلیٰ منصب رکھنے والے پادری (بشپ) نے خودکشی کر لی-

خدا کے آخری رسول" حضرت محمد ابن عبداللہ (صلعم) کی ذات یا ان کے منصب (رسالت) پر جملے کسنا' پر تحقیر انداز میں ذکر کرنا' انؐ کی کردار کشی کرنا' گستاخی اور بدزبانی کرنا اور طنز و مزاح کے تیر چلانا' کوئی نئی بات نہیں ہے- صدر اول کے بعد سے بہت سے مسلم اور غیر مسلم لوگوں نے یہ قبیح حرکت کی ہے- خود ہمارے زمانے میں متعدد واقعات ایسے ہو چکے ہیں جو مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث بنے- قیام پاکستان سے پہلے 'رنگیلا رسول' نامی کتاب سے لے کر سلمان رشدی کی 'آیات شیطانی' (The Satanic Verses) تک دریدہ دہنی کی ایک مسلسل داستان پھیلی ہوئی ہے- اس سے بجا طور پر مسلمانوں کے دلی جذبات مجروح ہوئے ہیں' ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے- لیکن ہر مسئلہ کی طرح' اس میں بھی ہمارا رویہ جلد بازی کا' جذباتی پن کا اور غیر مفکرانہ رہا ہے- نہ تو غازی علم الدین شہید نے 'رنگیلا رسول' کے ناشر کو قتل کرنے سے پہلے وہ کتاب پڑھنا گوارا کیا اور نہ ہی سلمان رشدی کی کتابوں کو نذر آتش کرنے والوں کی اکثریت نے اس کتاب کو پڑھنے کی زحمت کی جس کو وہ جلا رہے تھے! اغلب یہی ہے کہ آیت اللہ خمینی نے بھی فتویٰ دینے سے پہلے شیطانی آیات کا مطالعہ نہیں کیا ہو گا-

ضرورت ہے کہ اس اہم مسئلہ پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کیا جائے کہ یہی قرآن حکیم کی تعلیم کا تقاضا ہے-

لتتفکروا

1- **سوال یہ ہے** کہ رسالت یا رسولؐ کی توہین کی تعریف کیا ہے؟

یقیناً پاکستان کے نظام عدل نے اس کی تعریف متعین کی ہو گی جیسے رسولؐ اللہ کے کردار میں کوئی اخلاقی خرابی بتانا وغیرہ- مگر سوال یہ ہے کہ کہنے والے گستاخوں کو یہ معلومات کہاں سے ملتی ہیں؟ اہل ہنود' اہل یہود' اہل مذہب اور دیگر غیر مسلموں کی دریدہ دہنی کا ماخذ کیا ہے؟ کیا ان کے ہاں کوئی ہم عصر (contemporary) تاریخی بیان موجود ہے؟ کیا اس زمانے کے کسی غیر مسلم نے مکہ اور مدینہ میں رہ کر رسولؐ کی زندگی اور کردار کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بیانات کہیں تحریر کیے یا کسی سے کہے؟

2- **سوال یہ ہے** کہ اس خرابی میں ہماری اپنی مزعومہ کتب دینی (تاریخ، روایات' احادیث) کا کتنا حصہ ہے اور غیروں نے ان سے کتنا اور کیا کشید کیا ہے؟ کیا ہماری اپنی کتب سے اس عظیم شخصیت کی کردار کشی ہوتی ہے؟ اگر ہوتی ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اور اس سے بھی بڑھ کر سوال یہ ہے کہ ہم نے ان بیانات کو 'مغز دین' بلکہ 'عین دین' قرار دے کر سینکڑوں سالوں سے اپنے سینوں سے کیوں لگا رکھا ہے؟

3- **سوال یہ ہے کہ** تاریخی شہادات سے جو پتہ چلتا ہے کہ بدزبانی اور بدسلوکی کرنے والوں، کوڑا پھینکنے والوں، حتیٰ کہ قتل کے درپے ہو جانے والوں کے ساتھ خود رسولؐ کا رویہ کریمانہ ہوتا تھا، اس کی روشنی میں گستاخ رسولؐ کو قتل کرنے کا حق پہنچتا ہے؟

4- **سوال یہ ہے کہ** خود اللہ تعالیٰ نے جو اپنے گستاخ کے لئے قتل کی سزا تجویز نہیں کی تو کیا ہم رسولؐ کو اللہ سے بڑا مقام دینے میں حق بجانب ہیں؟

5- **سوال یہ ہے کہ** قرآن رشید میں قتل کی سزا جو صرف دو جرائم میں بتائی گئی ہے (المائدہ : 33,32) اس کی موجودگی میں ہمیں توہین رسولؐ کی سزا قتل مقرر کرنے کا حق ہے؟

6- **سوال یہ ہے کہ** اللہ اور رسولؐ کی دلائل و براہین پر مبنی تعلیم و تربیت کے ہوتے ہوئے ہم اپنے اوپر کئے ہوئے کسی اعتراض یا زبانی حملے کے جواب میں مار پیٹ، حتیٰ کہ قتل پر کیوں اتر آتے ہیں؟

7- **سوال یہ ہے کہ** ہم اپنی کتب تاریخ، روایات اور احادیث کا تنقیدی جائزہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں کیوں نہیں لیتے؟

طلوع اسلام :- تحریک طلوع اسلام ناموس رسالت کو اتنی ہی اہمیت دیتی ہے جتنی کوئی بھی مسلمان دے سکتا ہے۔ تاہم محترم خالد محمود صاحب نے اپنے مضمون میں جو سوالات اٹھائے ہیں ان پر بھی ٹھنڈے دل سے غور کیا جانا چاہئے۔ اور قانون اتنا جامع ہونا چاہئے کہ اسمیں قوانین خداوندی اور اسوۂ رسولؐ کی جھلک نظر آئے۔

پیپلز کلیرنگ ایجنسی

کسٹم ہاؤس سے منظور شدہ

کلیرنگ اینڈ فارورڈنگ ایجنٹ

۲۵ سالہ تجربہ کار

کلیرنگ اور فارورڈنگ کے معاملات میں ایک قدم آگے

ہمارے ۲۵ سالہ تجربہ سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ فائدہ۔

ہم آپکی خدمت کیلئے ہمہ وقت تیار ہیں۔

۵۔ وقار سینٹر، فرسٹ فلور، رام بھارتی اسٹریٹ، جوڑیا بازار۔ کراچی

فون: ۲۴۲۶۱۲۸ ۔ ۲۴۲۷۵۲۷-۲۴۳۱۰۲۵

فیکس نمبر:- ۲۴۱۹۷۸۲

ٹیلیکس: ۲۱۰۴۳ BTC PK

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقد و نظر

نام کتاب :	دعوت	مئولف :	کرنل ڈاکٹر عبدالقدیر
صفحات :	360	قیمت :	درج نہیں

انسانی عقل' فطرت کی قوتوں کو تو مسخر کر سکتی ہے لیکن انسانی معاملات کا تسلی بخش حل دریافت کرنا اس کے بس کی بات نہیں- انسانی معاملات کے تسلی بخش حل کے لئے اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہدایت قرآن کریم کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے- ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے سمجھا جائے- قرآنی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے کرنل عبدالقدیر صاحب نے جو پیشہ کے لحاظ سے معروف ڈاکٹر ہیں' ایک انوکھا طریق وضع کیا ہے- پہلے انہوں نے قرآنی آیات کا ایک سیٹ منتخب کیا جو ان کے خیال میں نوجوانوں کو دین کے سمجھنے میں مددگار ہو سکتا ہے- پھر انہوں نے اس سیٹ کو دو حصوں میں تقسیم کیا' ایک ان لوگوں کے لئے جن کے پاس خاطر خواہ وقت نہیں اور دوسرا ان حضرات کے لئے جو تفصیل سے پڑھنا چاہتے ہیں- گویا عام مطالعہ کے لئے انہوں نے ایک کورس ترتیب دے دیا ہے جس کا مطالعہ ہر کس و ناکس کے لئے مفید ہو سکتا ہے- کتاب کی اصل خوبی یہ ہے کہ ان آیات سے متعلق' مولانا ابوالاعلیٰ مودودی' علامہ غلام احمد پرویز' مولانا اشرف علی تھانوی' مولانا شاہ عبدالقادر' مولانا شاہ رفیع الدین اور شیعہ عالم سید فرمان علی کی قرآنی فکر کا ماحصل اس ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے تاکہ کم از کم ان آیات کو سمجھنے کے لئے کسی طالب علم کو جس قدر مطالعہ کی ضرورت ہو سکتی ہے وہ اسے ایک ہی کتاب میں مل جائے نیز یہ کہ ان جید علماء کو پڑھ کر اسے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ہمارے ہاں دین میں تفرقہ بازی کا جو غوغہ برپا ہے اس کی حقیقت کیا ہے-

خوبصورت سرورق' عمدہ طباعت' حوالہ جات سے مزین ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب ان کے گہرے اور وسیع مطالعہ کی غماز ہے- پبلشر کا نام درج نہیں لہٰذا کتاب غالباً" مئولف کی رہائش گاہ E/42 آفیسرز کالونی' والٹن روڈ' لاہور چھاؤنی ہی سے دستیاب ہو گی-

قرآنی درسگاہ

کراچی میں قرآنی درس گاہ کی تعمیر کے لئے' بزم مخیر حضرات کے عطیات کے لئے چشم براہ ہے- عطیات براہ راست یا ادارہ کی معرفت بھجوا کر قرآنی تعلیمات کی تبلیغ میں براہ راست حصہ لیجئے- شکریہ بزم کراچی

ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق

ہماری یہ کتاب تمہیں سچ سچ بتا دے گی۔ (جاثیہ ۲۸)

تفسیر برہان القرآن

یعنی

اِس حقیقت کے اظہار میں کہ قرآن کریم کی آیات میں کوئی تضاد یا تناقض نہیں ہے۔ بعض مزعومہ دلائل و تصورات کی انقلاب آفریں تحقیق۔

جس میں عربی زبان و ادب کے قدیم و جدید علما اور محققین اور ماہرین لغتِ عربی کی تحقیق و تدقیق کے تناظر میں قرآن حکیم کی ان سینکڑوں وحی اور متین فیصلوں کے تفصیلی تجزیے ہیں جنہیں بعض فقہا اور محدثین نے اپنے خود ساختہ عقائد یا تصورات کے خلاف پا کر کالعدم قرار دے دیا تھا ——— قرآن کریم کے محکم ہونے اور تضاد و تناقض نیز شائبہ نسخ سے یکسر پاک ہونے کے مسئلے میں برہان قاطع مطالب قرآنی کی تفہیم اور احکام قرآن کی جوہری تشخیص میں انسانی جہد و تجسس کا لازوال شاہکار۔

تحریر
رحمت اللہ طارق

ادارہ • ادبیات اسلامیہ • ملتان

1339/3 - GULSHAN ABAD, O/s PAK GATE, MULTAN.

قیمت 850 روپے ----- ملنے کا پتہ

1- احمد کامران نگسی 1339/3 گلشن آباد' بیرونی پاک گیٹ' ملتان
2- بزم طلوع اسلام ملتان معرفت شاہ سنز پاک گیٹ ملتان
3- عظیم پبلشنگ ہاؤس خیبر بازار پشاور
4- محمد اعظم خواجہ پیپلز کلیرنگ ایجنسی- 5 وقار سنٹر فرسٹ فلور' جوڑیا بازار' کراچی
فون نمبر: 2431045-2437537-2426128 فیکس 021-2419782
5- ڈاکٹر محمد سید 6-S-43 نیو بکوال باغبانپورہ لاہور-
فون: 6824077-6854528

PAMPHLETS--پمفلٹ

ادارہ طلوع اسلام دینی موضوعات پر پمفلٹس شائع کرتا رہتا ہے۔ مندرجہ ذیل پمفلٹس دو روپے فی پمفلٹ کے حساب سے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر طلب فرمائیں۔

1- آرٹ اور اسلام
2- احادیث کا صحیح ترین مجموعہ
3- اسلام کیا ہے؟
4- الزکوٰۃ
5- اسلام آگے کیوں نہ چلا؟
6- اسلامی قوانین کے راستے میں کون حائل ہے؟
7- اسلام ہی کیوں سچا دین ہے؟
8- الصلوٰۃ
9- اندھے کی لکڑی
10- بنیادی حقوق انسانیت اور قرآن
11- جہاں مارکس ناکام رہ گیا
12- حرام کی کمائی
13- خدا کی مرضی
14- دعوت پرویز کیا ہے؟
15- دو قومی نظریہ
16- روٹی کا مسئلہ
17- سوچیو (سندھی)
18- سوچا کرو
19- عالمگیر افسانے
20- عورت قرآن کے آئینے میں
21- فرقے کیسے مٹ سکتے ہیں؟
22- قرآن کا سیاسی نظام
23- قرآن کا معاشی نظام
24- قوموں کے تمدن پر جنسیات کا اثر
25- کیا قائداعظم پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے؟
26- کافری گری
27- مرض تشخیص اور علاج
28- مقام اقبالؒ
29- مرزائیت اور طلوع اسلام
30- مقام محمدی
31- ماؤزے تنگ اور قرآن
32- ہم میں کریکٹر کیوں نہیں؟
33- ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
34- Islamic Ideology
35- Is Islam a Failure
36- Why Islam is the Only True Deen?

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد لطیف چوہدری

ڈاکٹر سید عبدالودود

تعارف

(قرآن کریم اور کائنات کے موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اگرچہ محترم ڈاکٹر سید عبدالودود صاحب کی قرآن فہمی اور گرانقدر علمی و تحقیقی خدمات سے بڑی حد تک آگاہ ہیں، تاہم ایک نابغہ روزگار شخصیت کے متعلق یہ جاننا ضروری ہوتا ہے کہ اس نے کس قسم کی فضا میں پرورش پائی ہے اور اس کی زندگی کن کن مراحل سے گذری ہے۔ اس مقصد کے لئے ڈاکٹر صاحب کا یہ انٹرویو قارئین کی نذر ہے۔ مدیر طلوع اسلام)

سوال :- ڈاکٹر صاحب! اپنی ابتدائی زندگی کے متعلق کچھ کہئے؟

جواب :- چوہدری صاحب! میری پیدائش 10 جنوری 1908ء کو پھگواڑا (ہندوستان) میں ہوئی۔
میرے آباؤ اجداد موضع گوہاور تحصیل پھلور ضلع جالندھر میں کئی پشتوں سے مقیم تھے۔ موضع گوہاور کی پوری آبادی

ترمذی سیدوں پر مشتمل تھی- میرے دادا مولوی رکن الدین طبیب تھے- مطب فرمانے کے علاوہ وہ یونانی طب کے معلم بھی تھے- میرے والد مولوی حسام الدین مشرقی علوم کے فاضل اور ایک معروف قانون دان تھے- ایک عرصہ تک وہ میونسپل کمیٹی پھگواڑا کے وائس پریذیڈنٹ بھی رہے- گھر کا ماحول دینی تھا- گو کہ میں والدین کا اکلوتا بیٹا تھا لیکن میری والدہ کا ڈسپلن اتنا سخت تھا کہ ساڑھے تین سال کی عمر میں مجھے نماز شروع کروادی گئی اور پانچ سال کی عمر میں ماہ جون کی شدید گرمی میں مجھے پہلا روزہ رکھوادیا- وہ دن اور آج کا دن اللہ کا احسان ہے کہ میرا نماز روزے کا عمل مسلسل جاری ہے-

رہا تعلیم کا معاملہ تو میٹرک میں نے پھگواڑا سے' ایف ایس سی کپور تھلہ سے اور MBBS کا امتحان کنگ ایڈورڈ کالج لاہور سے پاس کیا- اردو' فارسی' انگریزی اور سائنسی علوم میں میری پوزیشن نمایاں رہی' جغرافیہ البتہ مجھے ایک آنکھ نہ بھاتا تھا-

سوال :- اس دور میں میڈیکل کالج میں مسلمان طلبا کے داخلے کی کیا پوزیشن تھی؟

جواب :- دعا دیجئے اس دور کے وزیر تعلیم سر فضل حسین کو کہ جن کی کوششوں سے کوٹہ سسٹم قائم تھا ورنہ مسلمان طلبا کو کون پوچھتا- کے ای (KE) واحد میڈیکل کالج تھا جس میں دہلی سے لیکر پشاور تک کے طالب علموں کے لئے کل 75 سیٹیں تھیں- 30 ہندوؤں' 30 مسلمانوں اور 15 سکھوں اور عیسائیوں کے لئے- ہندو طلبا کا داخلہ سخت تھا- ان میں سے بعض MSc کرنے کے بعد داخل ہوتے- مسلمان شمالی ہندوستان سے 30 بھی مشکل ہی سے پورے ہوتے- ہندو اور سکھ پروفیسروں کی اکثریت مسلمانوں کے حق میں متعصبانہ رویہ رکھتی تھی-

سوال :- غم دوراں کی وادی میں آپ نے کب اور کیسے قدم رکھا؟

جواب :- 1935ء میں ہاؤس جاب کرنے کے فوراً بعد جالندھر میں میڈیکل اور سرجیکل پریکٹس شروع کی- جالندھر میں' میں پہلا ڈاکٹر تھا جس نے سرجری کی پرائیویٹ پریکٹس شروع کی جو بفضل ایزدی کامیاب رہی- 1939ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی- 1940ء میں مجھے IMS انڈین میڈیکل سروس کے لئے منتخب کرلیا گیا- فوجی ملازمت کے دوران مختلف جگہوں پر سرجری کے مختلف شعبوں میں عملی تربیت کا موقع ملا مگر میرا میلان چونکہ آرتھوپیڈک سرجری کی طرف تھا اس لئے کسب کمال اسی مد میں کیا اور پھر فوج اور فوج کے بعد ساری عمر اسی شعبے میں آگے بڑھتے ہوئے بسر ہوئی-

سوال :- میں نے سنا ہے دیگر سندات کے علاوہ جو دیانتدار اور محنتی افسروں کا مقدر ہوتی ہیں' آپ کو ملٹری کراس کے اعزاز سے بھی نوازا گیا تھا- اس کے پیچھے کونسا کارنامہ کار فرما تھا؟

جواب :- ایسے اعزازات فوج میں نمایاں کارکردگی کی بنا پر دیئے جاتے ہیں- ہوا یوں کہ مارچ 1944ء میں راجپوتانہ رائفلز کے ساتھ مجھے برما جانا پڑا- راستہ کٹھن تھا باربرداری کا واحد ذریعہ خچر تھے- جنگل میں چھپتے چھپاتے ہم آگے بڑھ رہے تھے- ہوائی جہاز خوراک گراتے جو ہم تک نہ پہنچ پاتی- کئی کئی دن بھوکے رہنا پڑتا- اس کارزار میں 14 زخمی اور ایک انگریز میڈیکل آفیسر ہمراہ تھا جو گولی کی آواز سنتے ہی غائب ہوگیا- ایک ماہ کی کشمکش کے بعد ہم ندی نالوں سے اٹا ہوا یہ پہاڑی جنگل پار کرنے میں کامیاب ہوئے- شومئی قسمت کہ اس جنگل کے بعد اس سے بھی خوفناک ایک اور جنگل تھا- یہاں ایک خودکفیل سرجیکل ٹیم کی ضرورت تھی میرے کمانڈنگ افسر نے اوپر لکھ بھیجا کہ

میرے پاس ایک میڈیکل افسر موجود ہے جو پہاڑیوں پر چڑھ لیتا ہے' نالے عبور کر لیتا ہے اور سرجری بھی کر لیتا ہے چنانچہ 20 کے قریب انگریز NURSING ORDERLY مجھے فراہم کر دیئے گئے اور میں ایک نئی مہم (OPERATION SUNSHINE) پر روانہ ہو گیا۔ یہ اپریشن 12 دن جاری رہا اس دوران تمام زخمیوں کو' جن میں سینے میں گولی لگنے کے کیس بھی تھے' میں زندہ باہر لے آیا۔ جب یہ کیس پیچھے ہسپتالوں میں پہنچے تو ہمارے DDMS نے پوچھا کہ یہ کیس کہاں سے آئے ہیں اور کس سرجیکل ٹیم نے ان کا علاج کیا ہے۔ جب انہیں بتایا گیا کہ ٹیم کوئی نہ تھی۔ صرف ایک میڈیکل افسر تھا جس نے یہ کام سرانجام دیا ہے۔ اس پر مجھے ملٹری کراس کا حقدار قرار دیا گیا۔ یاد رہے کہ جنگ عظیم دوئم میں مسلمان ڈاکٹروں میں سے میرے سمیت صرف دو کو ملٹری کراس کا اوارڈ دیا گیا۔

یہاں یہ ذکر خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ اس قسم کے کام میں پہلے بھی سرانجام دے چکا تھا لیکن اس وقت زخمی صرف ہندوستانی تھے۔ اب کی بار میرا کام افسران کی نظر میں شائد اس لئے آیا کہ اس بار زخمیوں میں انگریز فوجی بھی تھے۔

ملٹری کراس کی سرکاری CITATION درج ذیل ہے۔

THE MILITARY CORSS

Captain Syed ABDUL WADUD (MZ. 21043)

Indian Army Medical Corps

During the period under review 16 May 45 to 15 Aug. 45, No. MZ-21043 WS Capt SYED ABDUL WADUD, Indian Medical Service, attached to 3 Raj. Rif.,

has shown outstanding skill and devotion to duty as a Regimental Medical Officer. On occasions such as Operations "SUNSHINE" on the TOUNGOO-MAWCHI Road, he has saved many lives by his unusual skill. This officer has carried out successful operations and blood transfusions not only under enemy fire, but under most unfavourable hygienic conditions. His R.A.P. has always been forward and many times under enemy fire. The Coolness and outstanding example set by this officer has inspired confidence in all ranks and has at all times been of the highest order.

London Gazette:
6.6.46

سوال :- عرصہ دراز تک آپ خاکسار تحریک سے بھی وابستہ رہے ہیں۔ یہ سلسلہ کب شروع ہوا اور فوجی ملازمت میں یہ کیونکر جاری رہا؟

جواب :- جی چوہدری صاحب! کیا آپ نے بیتے دنوں کی یاد دلا دی۔ کیا خوب دور تھا وہ-- 1935ء میں تعلیم مکمل کر کے جالندھر میں پریکٹس شروع کئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ خاکسار بننے کا شوق پیدا ہوا۔ دین سے محبت اور خاکساری ورثہ میں پائی تھی۔ تحریک میں آئے زیادہ وقت نہ گذرا تھا کہ مجھے جالندھر شہر کا سالار بنا دیا گیا۔ مارچ 1940ء میں لاہور میں خاکساروں پر گولی چلی تو میرے بھی 3 خاکسار ان میں شامل تھے۔ اس واقعہ کے بعد خاکسار تحریک پر اگرچہ پابندی لگا دی گئی لیکن خاکسار اب بھی لاہور کی طرف بڑھ رہے تھے۔ پٹنہ کا ایک جیش انہی دنوں جالندھر آکر رکا۔ انگریز کوشش کے باوجود اس جیش پر قابو نہ پا سکے۔ کسی نے مخبری کی کہ جب تک ڈاکٹر وود و کو نہ پکڑو گے جیش قابو میں نہیں آئیگا۔ مجھے گرفتار کر لیا گیا لیکن حمید الدین نامی ایک مجسٹریٹ نے جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے رہا کر دیا۔ فوج میں گیا تو یہاں بھی تحریک کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ دوران تربیت کمانڈنگ افسر نے بلا کر خبردار کیا کہ فوج میں آہی گئے ہو تو احتیاط سے رہنا۔ وہ تو ڈاکٹروں کی قلت تھی جو مجھے گوارا کر لیا گیا ورنہ خاکسار چن چن کر فوج سے نکالے جا رہے تھے۔ ملازمت تو جاری رہی لیکن خاکسار ہونے کی پاداش میں بلاوجہ تبادلوں کا شکار رہا۔ کوئی دستہ لڑائی پر جاتا تو GHQ سے حکم آجاتا کہ لڑائی میں اسے ساتھ مت لے جانا۔ ایک ہندو کے اکسانے پر معاملہ ایک دفعہ اس حد تک بگڑا کہ سبھی افسر میرے خلاف ہو گئے۔ معاملہ ایک پارسی جنرل (CURSETJI) تک پہنچا تو اس نے لکھا کہ میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ ڈاکٹر وود و ایک قابل افسر ہے لہذا اسے ملازمت میں رہنا چاہئے۔ زیادہ سے زیادہ اسے کسی اور جگہ تبدیل کر دیا جائے۔ چنانچہ مجھے تھل سے جنوبی ہندوستان تبدیل کر دیا گیا جہاں ملازمت میں پہلی دفعہ مجھے اپنی اہلیت کا لوہا منوانے کا موقع میسر آیا اور اس طرح فوجی ملازمت کے ساتھ تحریک سے وابستگی بھی جاری رہی۔ 1946ء میں فوج سے واپس آنے کے بعد خاکسار تحریک ہی میری منزل تھی۔ پاکستان بن جانے کے بعد لاہور آیا تو بانی تحریک علامہ مشرقی کے اور بھی قریب ہو گیا۔ اس دور کے اخبارات مجھے علامہ مشرقی کا دست راست کہتے تھے۔

سوال :- علامہ مشرقی کے مشن پر روشنی ڈالئے۔

جواب :- علامہ مشرقی ایک دبنگ قسم کے انسان تھے۔ ان کی طبیعت میں سکون نہیں تھا خیالات ان کے ذہن سے بجلی کی تیزی سے نکلتے۔ میرے ساتھ گھنٹوں باتیں کرتے اس تاکید کے ساتھ کہ ان باتوں کو پردے میں رکھنا لیکن ایک گھنٹے بعد وہی بات ہر کسی کی زبان پر ہوتی۔ قرآنی نظام کو بزور قوت رائج کرنے کا عزم رکھتے تھے لیکن حالات کا مقابلہ نہ کر سکے۔ قیام پاکستان کے بعد اسلام لیگ کی بنیاد رکھی۔ طریق کار اگرچہ وہی خاکساروں کی پریڈ اور اجتماعات کا تھا لیکن اہم مقصد اسلام لیگ کا مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان ہندوستان سے Corridor حاصل کرنا تھا۔ اجتماعات اکثر میرے مکان (32 نسبت روڈ) پر ہوتے۔ جنوری 51ء میں مجھے اور علامہ مشرقی کو گرفتار کر لیا گیا۔ تقریباً پانچ ماہ بعد مجھے رہائی ملی۔ علامہ کی رہائی کے لئے ہائی کورٹ جانا پڑا۔ سہروردی صاحب ہمارے وکیل تھے۔ ہمارا موقف یہ تھا کہ دوسری سیاسی پارٹیوں کی طرح ہمارا وجود CONSTITUTIONAL ہے جبکہ CID والے اسلام لیگ کو خاکسار تحریک کا پرتو قرار دے رہے تھے۔ علامہ کی عدم موجودگی میں میں نے اسلام لیگ کو باقاعدہ سیاسی جماعت کی شکل دے دی اور علامہ کو بھی مشورہ دیا کہ یا تو اسلام لیگ کو خالص سیاسی بنیادوں پر چلایئے یا اسے خیرباد کہہ کر خاکسار تحریک کو پھر سے منظم کیجئے۔ علامہ مشرقی کے لئے خاکسار تحریک جیسی جرات مند تحریک کو یکدم چھوڑ دینا ممکن نہ تھا چنانچہ وہ جیل سے رہائی کے بعد بھی تذبذب کا شکار رہے۔ مجھے یہ بدنظمی پسند نہ تھی چنانچہ میں علامہ سے الگ ہو گیا۔

سوال :- طلوع اسلام تحریک میں آپ کا ورود مسعود کیونکر ہوا؟

جواب :- 1950ء کے عشرہ میں علامہ غلام احمد پرویز کی چند کتابیں پڑھنے کے بعد طلوع اسلام کی طرف راغب ہوا۔ کچھ گھریلو ماحول اور کچھ وقت جالندھر میں مولوی عبدالحق عباس مرحوم اور مولوی عمادالدین مرحوم کی صحبت میں گذارنے کے طفیل طبیعت قرآنی فکر کی طرف پہلے ہی مائل تھی۔ علامہ پرویز کی فکر کو اپنے ذہن کے قریب پا کر اس طرف کھنچتا چلا گیا۔ صفدر سلیمی مرحوم جیسا تقریر اور تحریر کا بادشاہ اور سیاسی کارکنوں کی بہت بڑی تعداد اس وقت میرے ہمراہ تھی۔ پرویز صاحب انہی دنوں میری دعوت پر کراچی سے لاہور آئے تو ریلوے سٹیشن پر ان کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ شاہ عالمی کے ایک ہوٹل میں ان کے اعزاز میں پرتکلف ڈنر دیا گیا۔ جس میں جماعت اسلامی کے نصراللہ خاں عزیز سمیت لاہور کے بہت سے سیاسی لیڈر شامل ہوئے۔

1958ء میں پرویز صاحب لاہور منتقل ہوئے تو پورے دس سال تک ان کا درس سنا اور نوٹس لئے۔

سوال :- بقول آپ کے، پرویز صاحب سے آپ نے کب علم کیا۔ ان سے آپ کی رفاقت بھی مسلّم۔ پھر کیا وجہ تھی کہ نہ آپ نے ان کی زندگی میں ان کی تحریک میں شمولیت اختیار کی نہ ہی ان کی وفات کے بعد آپ اس طرف آئے جبکہ آپ کی ضرورت بھی تھی۔

جواب :- چوہدری صاحب! دل کی باتیں دل ہی میں رہنے دیتے تو اچھا تھا۔ بات یہ تھی اس دوران مرحوم پرویز صاحب کی بھی خواہش تھی اور انہوں نے اس کا اظہار بھی کیا کہ میں لاہور بزم میں شامل ہو کر کوئی ذمہ داری سنبھال

لوں لیکن خاکسار تحریک میں رہ کر میں کارکنوں کے باہمی اختلافات اور گروہ بندی کی الجھنوں سے واقف تھا اس لئے میں نے درخواست کی کہ میرا اور آپ کا استاد اور شاگرد کا رشتہ ہے۔ اسی کو قبول کیجئے۔ چنانچہ وہ اس پر راضی ہو گئے۔ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ میرا یہ فیصلہ درست تھا۔ 1958ء سے 1985ء تک ان کی زندگی میں بہت سے لوگ تحریک میں آئے اور مختلف وجوہات کی بناء پر الگ ہو گئے۔ الگ ہونے والوں میں بعض ان کے دیرینہ ساتھی تھے جو ان کی کتابوں کی اشاعت و فروخت کو اپنے ہاتھوں میں رکھنا چاہتے تھے۔ بعض ایسے بھی تھے جو تحریک طلوع اسلام کو سیاسی رنگ دینا چاہتے تھے جو پرویز صاحب کو گوارا نہ ہوا۔ لیکن ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ اس تحریک سے کوئی ایک بھی فرد اس بناء پر الگ نہیں ہوا کہ اسے پرویز صاحب کی پیش کردہ قرآنی فکر سے اختلاف تھا۔

سوال :- لاہور میں پرویز صاحب کی پذیرائی کے باوجود تحریک طلوع اسلام 25 بی گلبرگ کی چار دیواری تک ہی محدود کیوں رہی ہے۔

جواب :- خاکسار تحریک میں رہ کر میں عملی جدوجہد میں یقین رکھتا تھا۔ چنانچہ پرویز صاحب کی لاہور آمد پر میری کوشش تھی کہ انہیں پبلک پلیٹ فارم پر لایا جائے لیکن مذہبی پیشوائیت کی طرف سے مخالفت اس قدر شدید تھی کہ اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ سب سے پہلے جلسے کا اہتمام MAO کالج میں کیا گیا۔ جسٹس شریف مرحوم کو صدارت کی دعوت دی گئی۔ پبلک کا بہت بڑا ہجوم تھا لیکن کالج کے پرنسپل اور مذہبی پیشوائیت کی شدید مخالفت کے پیش نظر جلسہ برخاست کرنا پڑا۔ YMCA ہال میں چند جلسے ضرور ہوئے لیکن مخالفت بدستور جاری رہی۔ پرویز صاحب کی وفات سے کچھ سال پہلے پاکستان ٹیلی وژن نے علامہ اقبال کے حوالے سے پرویز صاحب کا ایک خطاب نشر کیا تو اگلے روز مذہبی لوگوں کا ایک بہت بڑا جلوس ٹی وی سٹیشن کو گلاب کے عرق سے غسل دینے پہنچ گیا۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں پاکستان ٹیلی وژن نے پرویز صاحب کا 16 گھنٹوں کا انٹرویو ریکارڈ کیا لیکن اسے اس میں سے پانچ منٹ کا پروگرام دکھانے کی بھی جرات نہیں ہوئی حالانکہ اس انٹرویو کا بیشتر حصہ تحریک پاکستان سے متعلق ہے۔ یہ تھے وہ حالات و مشکلات جن کے پیش نظر درس قرآن کا سلسلہ 25 بی، گلبرگ تک محدود رہا اور یوں قرآن کے نام پر حاصل کئے گئے اس ملک میں قرآن کی آواز محدود کر دی گئی۔

سوال :- ایک سوال جو آخری نہیں لیکن صرف آپ ہی سے کیا جا سکتا ہے یہ کہ آپ نے علامہ مشرقی اور علامہ پرویز کو قریب سے دیکھا ہے دونوں کا مطمع نظر قرآنی نظام کا قیام تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے قریب نہ آسکے؟

جواب :- اس میں شبہ نہیں کہ علامہ مشرقی اور علامہ پرویز دونوں ہی بلند پایہ علمی شخصیتیں تھیں اور دونوں قرآنی نظام کے قیام کے لئے کام کر رہے تھے لیکن ان میں اول الذکر سیاسی لیڈر تھے اور آخر الذکر ایک بلند پایہ معلم۔ علامہ مشرقی کی شخصیت ایک BOILER کی طرح تھی جس کے اندر چھپی ہوئی بھاپ باہر نکلنے کے لئے ہر لحہ مضطرب ہو۔ "تبعاً" وہ TOTALATARIAN تھے اور قرآنی معاشرے کا قیام بزور بازو چاہتے تھے۔ جمہوریت کے وہ

قائل نہ تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ حضرت خالد بن ولید کی فتوحات کو کیا کوئی پارلیمنٹ کنٹرول کرتی تھی؟ اندلس کے کنارے کشتیاں جلانے کا فیصلہ کیا کسی کیبنٹ کمیٹی نے کیا تھا؟ دجلہ کی تند و تیز لہروں کو عبور کر کے ایرانیوں کو دبوچنے کی راہنمائی کسی اسمبلی نے دی تھی؟ یہی وجہ تھی کہ وہ قائداعظم محمد علی جناحؒ سے بھی موافقت پیدا نہ کر سکے۔

علامہ مشرقی مرحوم کو عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔ اپنی شہرہ آفاق کتاب تذکرہ کا افتتاحیہ جو بڑے سائز کے 144 صفحات پر مشتمل ہے' عربی میں لکھا گیا لیکن ان کا بیشتر علم ان کی ذات تک محدود تھا۔ اپنے معتقدین کے اندر جوش و خروش پیدا کرنے کے فن کے وہ ماہر تھے۔ قرآنی نظام کے قیام کے زبردست حامی تھے لیکن اس کے لئے کوئی باقاعدہ پلان ان کے پاس نہ تھا وہ ہر بات طاقت کے بل پر منوانے کے قائل تھے۔

علامہ پرویز مرحوم ایک بلند پایہ معلم تھے۔ اپنے درس قرآن میں قرآن کریم کی آیات کی وضاحت اس طریق سے کرتے کہ الفاظ و معانی سامعین کے ذہنوں میں اتر جاتے۔ جو بھی شخص ایک مرتبہ ان کا درس سن لیتا وہ ان کا گرویدہ ہو جاتا۔ پھر انہوں نے ایسی کتابیں لکھیں جن سے قرآن پاک کو سمجھنے کی راہ ہموار ہو گئی۔ ان کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ انہوں نے قرآنی نظام کا ایک واضح اور مفصل نقشہ پیش کیا اور اس کے نفاذ کے لئے قابل عمل پروگرام دیا جس سے صاحبان اقتدار جب چاہیں' استفادہ کر سکتے ہیں۔ بعض آیات کے مفہوم سے جو انہوں نے بیان کیا' اختلاف ہو سکتا ہے اور یہ بات ہر مفسر کے لئے یکساں ہے مگر پرویز صاحب کی خوبی یہ رہی کہ انہوں نے اپنی کسی بات کو حرف آخر قرار نہیں دیا۔ انقلاب ان کے نزدیک قلب و نگاہ کی تبدیلی کا نام ہے اس لئے ان کی عمر بھر کی کد و کاوش کا نقطہ ماسکہ یہ تھا کہ قرآنی نظام کے قیام کا مطالبہ مسلمانان پاکستان کے دل کی گہرائیوں سے ابھرے۔ اس کے لئے طلوع اسلام کے نام سے انہوں نے ایک تحریک چلائی جو ان کی وفات کے بعد بھی رواں دواں ہے۔ شور و غوغا اور ہنگامہ آرائی ان کے نزدیک کار بے بنیاد تھا یہی وجہ تھی کہ رائج الوقت سیاست اور مذہبی گروہ بندیوں سے دور رہ کر تعلیم و تربیت اور تغیر نفس کا پروگرام انہوں نے پورے سکوت و ثبات اور جذب و شوق سے جاری رکھا۔ یہ ایک الگ داستان ہے کہ مذہبی پیشوائیت ان کے درپے آزار رہی۔ یہ ایک لمبی داستان ہے جس پر پھر کبھی بات ہو گی۔

سوال :- ڈاکٹر صاحب! چلتے چلتے ایک چھوٹا سا سوال 1947ء میں آپ کہاں تھے؟

جواب :- جی میں ان دنوں فوج سے ریٹائر ہو کر جالندھر آ بسا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب قائداعظمؒ کا پرچم تھامنے اور پاکستان کے حق میں آواز بلند کرنے کی پاداش میں مشرقی پنجاب کے دیگر شہروں کی طرح جالندھر میں بھی مسلمانوں کے لئے قیامت برپا کر دی گئی تھی۔ ایک طرف مسلمانوں کا قتل عام جاری تھا تو دوسری طرف مغربی پنجاب سے ہندو اور سکھ مہاجروں کا سیلاب امڈا چلا آ رہا تھا۔ جس کو جو مکان خالی ملتا وہاں گھس جاتا۔ میرے مکان کے نزدیک ایک سکھ آ کر ٹھہرا۔ یہ انڈین آرمی میں لیفٹیننٹ تھا اسے کچھ پیسوں کی ضرورت تھی' جو میں نے پوری کر دی۔ اس طرح وہ میرا دوست بن گیا۔ ایک دن اس نے بتایا کہ وہ فوجی ٹرک لیکر اپنا سامان لینے راولپنڈی جا رہا ہے۔ میں نے اپنے بیوی بچے اس ٹرک میں بٹھا دیئے۔ اس طرح میرے بیوی بچے لاہور پہنچ گئے' لیکن خود میں جالندھر ہی میں مقیم رہا۔

حالت یہ تھی میرا سرجیکل کلینک زخمی مسلمانوں سے بھرا پڑا تھا۔ مسلمان مر رہے تھے۔ مردوں کو اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔ زمین مسلمانوں کے خون سے رنگین ہو رہی تھی۔ ہر طرف بدبو پھیل چکی تھی۔ کچھ عرصہ بعد میں مدرستہ البنات کی عمارت میں آگیا۔ یہ جگہ نسبتاً کھلی تھی۔ یہاں میں دو ہفتے تک زخمیوں کا علاج کرتا رہا اور پھر مسلمان پناہ گزینوں کے کیمپ میں آگیا۔ اسی سکھ لیفٹیننٹ کی مدد سے ایک فوجی ٹرک میرے ہاتھ لگ گیا۔ جوانی کا دور تھا۔ جسم میں طاقت تھی۔ کمزور اور زخمی مسلمان بھائی بہنوں کو خود اٹھا اٹھا کر ٹرک میں ڈالتا اور کیمپ پہنچاتا۔ سوائے اللہ کے کوئی میرا یار و مددگار نہ تھا۔ کیمپ خالی ہوا تو میں بھی پاکستان آگیا۔ جالندھر اور کپور تھلہ میں میری جائیداد کے بدلے 32 نسبت روڈ پر ایک عمارت مجھے الاٹ ہو گئی جو پاکستان میں میرا کلینک اور میری قیام گاہ ٹھہری۔

سوال :- وقت اگرچہ کافی ہو گیا ہے۔ مجھے آپ کی نقاہت کا بھی احساس ہے لیکن میری نظریں اس وقت کتابوں کے اس انبار پر لگی ہوئی ہیں جو اپنی مصروف ترین زندگی کے باوجود آپ نے لکھ ڈالیں۔ کچھ ان کتابوں کے متعلق بھی بتائیے۔

جواب :- آپ نے ٹھیک کہا۔۔ میری مصروف زندگی میں کتابیں لکھنے کی گنجائش نہ تھی لیکن جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں محترم پرویز صاحب مرحوم کے درس میں مسلسل دس سال تک ایک طالب علم کی طرح حاضری دی۔ درس کے باقاعدہ نوٹس لئے۔ اس دوران میں نے محسوس کیا کہ قرآن کریم بار بار کائنات کے ایک نہ ایک پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے اور قرآن کریم کا یہ حصہ قریباً 750 آیات پر مشتمل ہے اور یہ سلسلہ مستقبل میں بھی مزید انکشافات کے بعد جاری رہے گا۔ میں نے پرویز مرحوم کے درس قرآن کا پہلا دور ختم ہونے کے بعد 1971ء میں اپنی پہلی کتاب "Phenomena of Nature and The Quran" لکھی۔ پھر 1986ء میں "The Heaven, The Earth and The Quran" لکھی جو دنیا کے عظیم سائنس دانوں کے نام منسوب ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کی تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر 6 کتابیں لکھیں جن میں سے "Conspiracies against the Quran" سب سے زیادہ مقبول ہوئی۔ Glasgow کا ایک ادارہ اس کتاب کو خود چھپوا کر یورپ، امریکہ اور ملائیشیاء کے ملکوں میں تقسیم کر رہا ہے۔ مورخہ 18 جنوری 1986ء پروفیسر عبدالسلام نوبل لاریٹ نے مجھے خط لکھا کہ تمہاری کتابیں Phenomena اور Heavens بہت خوبصورت ہیں علماء کی توجہ سائنس کی طرف دلانے کے لئے ان کتابوں کا ایک ملخص (Extract) تیار کر دو۔ چنانچہ "مظاہر فطرت اور قرآن" کتاب میں نے اردو میں لکھ کر پیش کی۔ میں نے انگریزی زبان میں کتابیں اس لئے لکھیں تاکہ سائنس دانوں کی توجہ قرآن کریم کی طرف دلا سکوں۔ Orientalists کے ان کتابوں پر بہت سے تبصرے موجود ہیں۔ پاکستانی اخباروں نے بھی ان کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔

سوال :- اور اب آخری سوال ڈاکٹر صاحب! اب کیسے گذر رہی ہے؟

جواب :- (گہری سوچ اور توقف کے بعد) میں اپنی ذات کے حوالہ سے کوئی بات نہیں کہنا چاہتا تھا لیکن آپ نے حال پوچھ ہی لیا ہے تو سنئے زندگی کے 75 سال میں نے انتھک اور بھرپور زندگی بسر کی۔ بیماری اور نقاہت نام کی کوئی چیز میری راہ میں حائل نہ ہو سکی۔ عمر کے آخری حصے میں حالات بگڑے تو بیماریوں نے بھی آن گھیرا۔ قوت سماعت

جواب دے چکی ہے۔ کینسر دبے پاؤں آگے بڑھ رہا ہے۔ 1989ء میں' میں نے محسوس کیا کہ نسبت روڈ کی ماحولیاتی آلودگی میرے سرجیکل کلینک پر اثر انداز ہو رہی ہے' جس سے سرجیکل کیس خراب ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ میں نے جگہ تبدیل کرنے کا سوچا اور 32 نسبت روڈ پر اپنا گھر 23 لاکھ میں فروخت کر دیا۔ (آج اس کی قیمت کروڑ سے زائد ہو گی۔ راقم) متبادل جگہ فوری طور پر دستیاب نہ ہو سکی اس لئے رقم کسی دوست کے مشورے پر NICFC میں جمع کرا دی۔ یہ فنانس کارپوریشن کچھ عرصہ بعد دیوالیہ ہو گئی اور میں بے گھر تو ہوا ہی تھا' بے زر بھی ہو گیا۔ کرائے کے پانچ مکان تبدیل کر چکا ہوں۔ لیکویڈیشن بورڈ نے 3 مرتبہ میری رقم کے عوض پراپرٹی دینے کا وعدہ کیا لیکن 50 فیصد رشوت کا اہتمام میں ہی نہ کر سکا۔ تاہم بڑھاپے' بیماری' بے زری اور بیکاری کی اس حالت میں بھی **لا تقنطوا من رحمتہ اللہ** میرا جزو ایمان رہا ہے۔

اس دوران میرے عزیز و اقارب نے میرے لئے ایک ایسی صورت حال پیدا کر دی جس کا میں کبھی تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ انہوں نے مجھ پر لاکھوں روپے نچھاور کر دیئے۔ ان ہی کی اعانت سے میں نے اب ایک چھوٹا سا مکان بھی تعمیر کر لیا ہے جس کے لئے نہ مجھے زمین کی قیمت ادا کرنا پڑی نہ تعمیر کے اخراجات۔ یہ محیر العقول واقعہ رب الناس کی طرف سے اپنے بندوں کی حفاظت کی ایک منفرد مثال ہے۔

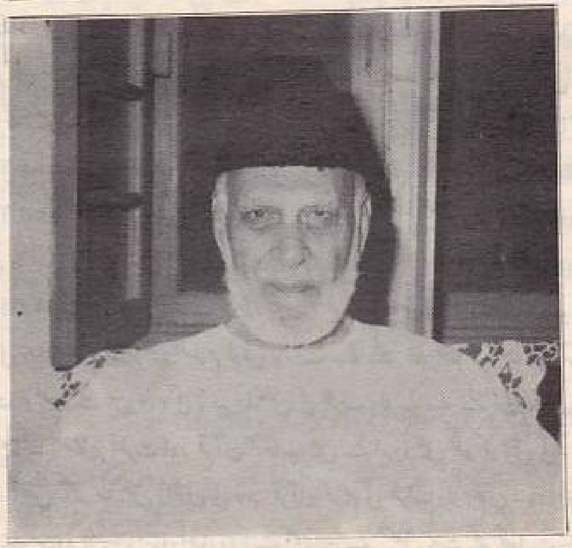

مختصر الفاظ میں یہ کہ 90 سال کا یہ بوڑھا قطار میں کھڑا اپنی باری کا انتظار کر رہا ہے۔ جن دوستوں اور عزیز و اقارب نے مجھے نامساعد حالات میں سہارا دیکر ایک بے مثل روایت قائم کی ہے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر دست بدعا ہوں۔ اے رب العالمین! انہیں دنیا و آخرت میں اپنی نعمتوں سے سرفراز فرما۔

شکریہ ڈاکٹر صاحب ___ لطیف چوہدری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید انعام الحق

کھلی کچہریاں ---- تذلیل انسانیت

کسی بھی مہذب معاشرے اور اچھے نظام حکومت میں کہ جہاں تمام ادارے اپنے فرائض منصبی بہتر انداز سے بجا لا رہے ہوں وہاں کھلی کچہریوں کا تصور نہیں ہوتا۔ کھلی کچہریاں ان معاشروں میں لگتی ہیں جہاں قوانین و ضوابط کا احترام نہ کیا جاتا ہو اور ادارے اپنا مقام اور حیثیت کھو چکے ہوں تو ایسے ماحول میں کھلی کچہریاں ہی لگتی ہیں اور یہ کھلی کچہریاں اس نظام حکومت کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہوتی ہیں۔

پاکستان کی تخلیق اس نظریہ پر ہوئی تھی کہ ہم ایک ایسا معاشرہ اور ایک ایسا نظام حکومت تشکیل دیں گے کہ جہاں کسی بھی انسان کی ضروریات رکی نہیں رہیں گی اور ایک انسان کسی دوسرے انسان کا دست نگر نہ ہو گا بلکہ تمام ملت اسلامیہ ایک ضابطہ حیات کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہو گی جسے نظام اسلامی کہتے ہیں۔ اسلام کے نظام حکومت میں ایک مزدور سے لے کر خلیفہ تک سب قوانین خداوندی کے مطابق اپنے فیصلے کرنے کے پابند اور عدم پابندی کی بنا پر اپنے آپ کو جوابدہ تصور کرتے ہیں۔

پاکستان کے بنتے ہی عنان حکومت مسلم لیگ کے پاس چلی گئی اور بتدریج جناب نواز شریف صاحب کے پاس پہنچ گئی جنہوں نے انتخابات سے قبل خلافت راشدہ کے نظام کا نعرہ دیا اور خلافت راشدہ کے نظام کے حق میں ووٹ حاصل کئے جبکہ خلفائے راشدین کے دور میں اس طرح کی کھلی کچہریوں کا کوئی تصور موجود نہ ہے اس لئے کہ وہاں تمام ادارے اپنے فرائض منصبی سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اس لئے بھی کہ سربراہ مملکت خود اپنے فرائض منصبی بھی اس احساس کے ساتھ بجا لاتا تھا کہ اسے بھی جوابدہی کرنا ہے۔

میں نے خود جا کر نواز شریف صاحب کی کھلی کچہریاں دیکھی ہیں جہاں ان کے سرکاری درباری، سائلین کی وہ تذلیل کرتے ہیں کہ الامان!__ وزیراعظم صاحب لیٹ آتے ہیں یا نہیں آتے تو سائلین انتظار میں گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں یہاں تک کہ مایوسی کے عالم میں خواتین رونے لگ جاتی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے بینر اٹھائے احتجاج کر رہے ہوتے ہیں۔ بے روزگار نوجوان اپنی اسناد جلا رہے ہوتے ہیں۔ شہریوں کی اغوا کی ہوئی بیٹیوں اور بوڑھے والدین کے جواں سال بیٹوں کے قاتلوں کا سراغ نہیں ملتا۔ وہ معصوم بچے جو پاکستان کے پھول اور کلیاں ہیں۔ جو پاکستان کا مستقبل ہیں۔ وہ اپنے باپ کے قاتلوں کی گرفتاری کے لئے جناب وزیراعظم صاحب آپ کی کھلی کچہری میں اپنے معصوم ہاتھ اٹھا کر اس ملک میں اپنے ساتھ ہونے والے ظلم کے خلاف احتجاج کرتے ہیں۔ کیا یہ اٹھنے والے معصوم و مظلوم ہاتھ اس ملک میں لاقانونیت، افراتفری، انارکی اور دہشت گردی کا منہ بولتا ثبوت نہیں ہیں؟

خواتین جنہوں نے تشکیل پاکستان کے وقت اپنے

سہاگ قربان کئے۔ اپنے کڑیل بھائی اس ملک پر وار دیئے آج انصاف کے لئے در در کی ٹھوکریں کھا رہی ہیں۔

معذور افراد جو چلنے پھرنے سے معذور ہوتے ہیں۔ اپنے مسائل کے حل کے لئے درخواستیں ہاتھوں میں تھامے کبھی ویل چیئر اور کبھی رینگ رینگ کر جناب وزیراعظم تک پہنچنے کی کوشش میں ہوتے ہیں۔

پرانے شہنشاہوں کے دور میں دربار اور کھلی کچہریاں لگا کرتی تھیں۔ جن میں شہنشاہ اپنی مرضی اور اپنے ذاتی اختیارات استعمال کرتے ہوئے اپنے مصاحبوں کو جتنا نوازنا چاہتے نوازتے اور اپنے زیر عتاب لوگوں کو جتنا چاہتے دبا دیا کرتے تھے چونکہ وہاں قانون کی علمبرداری نہیں ہوا کرتی تھی۔ بلکہ بادشاہ کے منہ سے نکلی ہوئی بات ہی قانون ہوتی تھی--- لیکن ہماری اس کھلی کچہری سے جاری ہونے والے احکامات اکثر اوقات واپس کر دیئے جاتے ہیں۔ سائلین درخواستیں واپس دکھا رہے ہوتے ہیں کہ احکامات جاری ہوئے لیکن متعلقہ محکمہ نے ماننے سے انکار کر دیا تو پھر ایسی کچہریوں کا فائدہ؟ چند روز قبل جناب وزیراعظم کے نامزد انچارج شکایات سیل اور ممبر صوبائی اسمبلی خواجہ ریاض محمود صاحب نے اعتراف کیا کہ محکمے ان کے احکامات کو خاطر میں نہیں لاتے ہیں۔ جمہوری ملک میں شہنشاہوں جیسا درباری نظام اور وہ بھی بے بس و لاچار!!

کیا اس طرح کی کچہریاں لگانے سے عوام کے مسائل حل ہو گئے ہیں؟ کیا ایک شخص کا مسئلہ حل کرتے کرتے بیسیوں افراد مزید مسائل کا شکار نہیں ہو رہے ہیں؟ جب تک تمام محکموں کی ازسر نو شیرازہ بندی نہیں ہو جاتی اس وقت تک مسائل حل نہیں ہو سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ لاہور میں بیٹھ کر پورے پاکستان کے مسائل حل نہیں ہو سکتے ہیں۔ ان کی کھلی کچہری میں لاہور کے قرب و جوار سے تو لوگوں کی آمد ممکن ہے۔ دور دراز سے لوگوں کا اس کچہری میں پہنچنا ان کے بس میں نہیں ہے۔ اس لئے ان کچہریوں کی بجائے پولیس اور عدالت کا نظام ہی کیوں نہ درست کیا جائے۔ ایک نواز شریف تو کیا اس طرح کے دس نواز شریف' دس مختلف شہروں میں دس کھلی کچہریاں بھی لگایا کریں تو بھی عوامی مسائل حل نہیں ہو سکتے ہیں۔ ان کے حل کا صرف اور صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ قوانین کے اطلاق کا ضابطہ ازسر نو مرتب کیا جائے۔ اور اس میں پہلے سے موجود جو سقم ہیں انہیں ختم کیا جائے تاکہ عوام محسوس کرنا شروع کر دیں کہ وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے شہری ہیں۔

یہ کھلی کچہریاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ حقیقی کچہریاں اپنے فرائض ادا نہیں کرتی ہیں۔ جب عوام کا اپنی عدالتوں سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور انصاف نہیں ملتا ہے تو وہ وزیراعظم کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور جناب وزیراعظم پھر انہی عدالتوں اور پولیس اہلکاروں کو احکام صادر کرتے ہیں کہ جنہوں نے پہلے ہی قانون کی دھجیاں بکھیر کے عوام کی زندگی اجیرن کی ہوئی ہے۔

ہمارے ہاں کسٹم' انکم ٹیکس' ریلوے' واپڈا' پولیس اور عدالتوں کے نظام بہتر ہو جائیں تو عوام آسودگی کی زندگی گزار سکیں گے اور احترام آدمیت بھی برقرار رہے گا۔ کتنے افراد اپنا وقت نکال کر ان کھلی کچہریوں میں آتے ہیں اور مایوس ہو کر واپس چلے جاتے ہیں۔ جناب وزیراعظم صاحب! آپ کی نیک نامی کھلی کچہری کے فیصلے نہیں بلکہ سسٹم کی درستگی میں ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ آپ جہاں بھی جائیں لوگ اپنے مسائل لیکر آپ کے گرد جمع نہ ہوں بلکہ آپ کا شکریہ ادا کر رہے ہوں کہ ہمارے تمام مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فی سبیل اللہ فساد

(محترم عبداللہ ثانی صاحب ایڈوکیٹ کا بیان جو انہوں نے چیئرمین تحقیقاتی ٹریبونل فسادات ہنگو، جناب جسٹس شاہ جہان خاں ہائی کورٹ پشاور کے سامنے پیش کیا۔ مدیر)

گذشتہ تقریباً بیس سال سے افغانستان میں اسلام کے نام پر جاری خانہ جنگی نے کئی مرتبہ مسلمانوں کو ایک میز پر بیٹھ کر امن کے لئے مذاکرات کرنے پر مجبور کیا۔ اقوام متحدہ نے بھی اس سلسلہ میں کافی تگ و دو کی۔ یہ مذاکرات کبھی خانہ کعبہ کے گرد طواف اور گفت و شنید تک محدود رہے اور کبھی اسلام آباد میں بلا نتیجہ ختم ہو گئے۔ آخری بار یہ مذاکرات ستائیس اپریل 1998ء کو شروع ہوئے۔ بڑے بڑے جامعات سے فارغ التحصیل عالموں کے سامنے سوال یہ تھا کہ علماء کون ہوتے ہیں؟ ان کا کام کیا ہے؟ اور اس کے لئے جامع تعریف جو سب کو قابل قبول ہو کہاں سے لائی جائے؟ افغانستان سے آیا ہوا وفد یہ کہہ کر واپس افغانستان چلا گیا کہ آئندہ نشست میں "علماء" کی جامع تعریف پیش کی جائے گی۔ 28 اپریل 1998ء کو ملک کے تمام اخبارات میں اس کی تفصیل چھپی۔ انگریزی اخبار "دی فرنٹیر پوسٹ پشاور" کے تراشے پیش خدمت ہیں۔ یہ مذاکرات بھی ناکام ہو گئے۔

اسی طرح افغانستان میں اسلام کے نام پر جو کشت و خون ہوا اور جاری ہے، اس کے ختم ہونے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے۔ اس کی ہلکی سی جھلک راقم کے پاس موجود ویڈیو فلم میں دیکھی جا سکتی ہے (قابل واپسی) لیکن بات وہیں جا کر ختم ہو گی کہ یہ فلم اگر عوام کے سامنے پیش کی جائے تو اس کے نتائج نفرت، فساد اور ایک دوسرے کو بلاجواز قتل کرنے کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ جبکہ یورپ کے سامنے اسی قسم کے اسلام کی نشر و اشاعت ہوتی ہے۔ شنید ہے کہ لاکھوں افغانی مسلمانوں نے یورپ میں عیسائیت قبول کر لی ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ مذہبی جنگیں اور منافرت، فرقہ واریت اور دہشت گردی مسلمانوں میں کیوں عام ہے۔ دوسری قوموں/امتوں میں کیوں نہیں ہے۔ ہندوؤں میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ فرقے موجود ہیں لیکن کبھی سننے میں نہیں آیا کہ ہندوؤں کے کسی فرقہ نے دوسرے فرقہ کے مندر کو جلا ڈالا ہو یا کسی مندر میں خون کی ہولی کھیلی گئی ہو۔

سات آٹھ سال تک ایران عراق ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما رہے۔ اربوں ڈالر کا نقصان ایک دوسرے کو پہنچایا۔ یہ کہنا اگرچہ آسان ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ کی سازشوں کا نتیجہ تھا لیکن سوال یہ ہے کہ مسلمان ان سازشوں کا شکار کیوں ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ شیعہ اور سنی اسلام کے دو ہاتھ ہیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ بالکل غلط اور بے بنیاد بات ہے۔ ہمیں حقیقت پسند ہونا چاہئے۔ جب تک ہم حقیقت پسند نہیں ہوں گے اس وقت تک بات آگے نہیں بڑھے گی۔ ہمارے مذہبی اختلافات کی ایک جھلک بیان ہذا کے ساتھ منسلک "فرنٹیر پوسٹ" میں شائع شدہ کارٹون سے دیکھی جا سکتی ہے۔ اور یہ صورت حال ہر روز ہمارے سامنے ہے۔

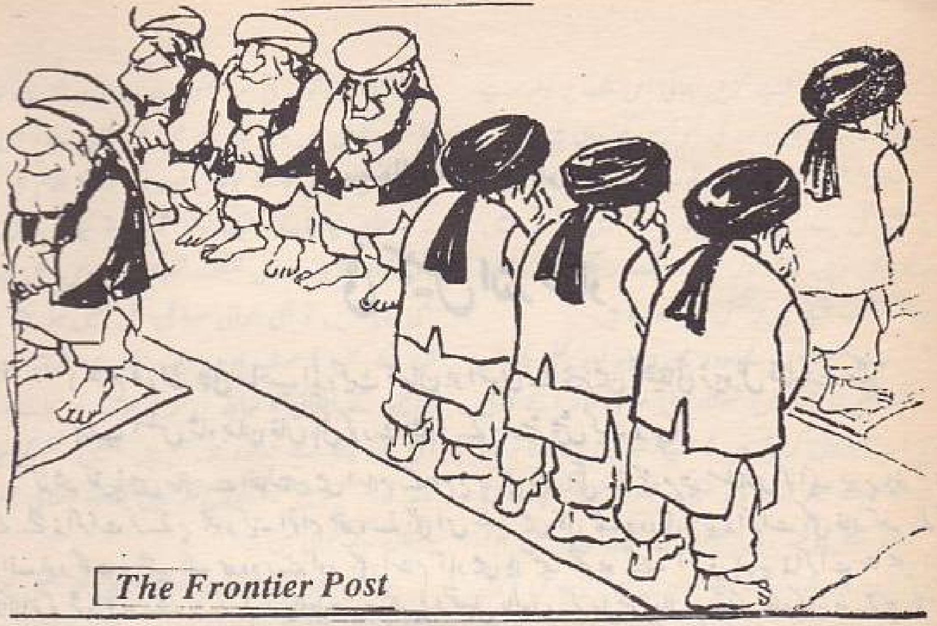

مذہب کے نام پر آج تک جتنا خون بہایا گیا ہے وہ مقدار کے لحاظ سے سات سمندروں کے پانی سے بھی زیادہ ہو گا۔ یہ خون اس لئے بہایا جاتا ہے کہ قاتل کو جنت کا مژدہ سنایا جاتا ہے اور مقتول تو ہوتا ہی شہید ہے۔ عوام قتل ہوتے ہیں اور جنت کے لئے سندات سلطانی مولوی' پنڈت' برہمن' احبار و رہبان' پوپ' پادری اور مجتہدین جاری کرتے ہیں۔

بات "علماء" سے شروع ہوئی تھی کہ آخر یہ "علماء" ہوتے کون ہیں؟ اس سلسلہ میں' میں ایک اور تاریخی حقیقت کو بھی سامنے لاتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں کروں گا۔ 1953ء کے لاہور کے فسادات کے سلسلہ میں قائم کئے گے کمیشن جسے عرف عام میں منیر کمیشن کہا جاتا ہے کے سامنے کم و بیش بیس جید مولوی صاحبان (علماء) پیش ہوئے۔ سب سے ایک سوال کیا گیا کہ "مسلمان" کی تعریف کیجئے۔ کسی ایک کا جواب دوسرے کے ساتھ نہیں ملتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی دوسری یا تیسری جماعت کے طالب علم سے سوال کیا گیا ہو اور وہ جواب دے رہا ہو۔ ہر ایک کا جواب دوسرے سے مختلف ہی نہیں مضحکہ خیز بھی تھا۔ اس لئے کہ کسی بھی سوال کے غلط جوابات تو سینکڑوں ہو سکتے ہیں لیکن ٹھیک جواب ایک ہی ہو گا۔ کمیشن نے اس کے متعلق لکھا کہ اگر "ہم مسلمان کی تعریف اپنے طور پر کریں تو جس کسی کی تعریف کے ساتھ ہماری تعریف نہیں ملے گی اس کے نزدیک ہم بھی کافر گردانے جائیں گے۔

مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری صدر جمعیت العلمائے پاکستان سے کمیشن نے سوال کیا۔

سوال :- مسلم کی تعریف کیا ہے؟

جواب :- اول۔ وہ توحید الٰہی پر ایمان رکھتا ہو۔ دوم۔ وہ پیغمبر اسلام کو اور تمام انبیائے سابقین کو خدا کا سچا نبی مانتا ہو۔ سوم۔ اس کا ایمان ہو کہ پیغمبر اسلام ﷺ انبیاء میں آخری نبی ہیں (خاتم النبیین) چہارم۔ اس کا ایمان ہو کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام پیغمبر اسلام ﷺ پر نازل کیا۔ پنجم۔ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی ہدایات کے واجب الاطاعت ہونے پر ایمان رکھتا ہو۔ ششم۔ وہ قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔

سوال :- کیا تارک صلوٰۃ مسلم ہوتا ہے؟

جواب :- جی ہاں۔ لیکن منکر صلوٰۃ مسلم نہیں ہو سکتا۔
(مولانا احمد علی صدر جمیعت العلمائے اسلام مغربی پاکستان)
سوال :- از راہ کرم مسلم کی تعریف کیجئے؟
جواب :- وہ شخص بسلم ہے :- (1) قرآن پر ایمان رکھتا ہو۔ (2) رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر ایمان رکھتا ہو۔ ہر شخص جو ان دو شرطوں کو پورا کرتا ہے مسلم کہلانے کا حقدار ہے اور اس کے لئے اس سے زیادہ عقیدے اور اس سے زیادہ عمل کی ضرورت نہیں"
(مولانا ابو الاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی)
سوال :- از راہ کرم مسلم کی تعریف کیجئے؟
جواب :- وہ شخص مسلم ہے جو (1) توحید پر (2) تمام انبیاء پر (3) تمام الہامی کتابوں پر (4) ملا ئکہ پر (5) یوم الاخرۃ پر ایمان رکھتا ہو۔
سوال :- کیا ان باتوں کے محض زبانی اقرار سے کسی شخص کو مسلم کہلانے کا حق حاصل ہو جاتا ہے اور آیا ایک مسلم مملکت میں اس سے وہ سلوک کیا جائے گا جو مسلمان سے کیا جاتا ہے؟
جواب :- جی ہاں۔
سوال :- اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ان تمام باتوں پر ایمان رکھتا ہوں تو کیا کسی شخص کو اس کے عقیدے کے وجود پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے؟
جواب :- جو پانچ شرائط میں نے بیان کی ہیں۔ وہ بنیادی ہیں جو شخص ان شرائط میں کوئی تبدیلی کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔
(حافظ کفایت حسین۔ ادارہ تحفظ حقوق شیعہ)
سوال :- مسلمان کون ہے؟
جواب :- جو شخص (1) توحید (2) نبوت اور (3) قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مسلمان کہلانے کا حقدار ہے یہ تین بنیادی عقائد ہیں جن کا اقرار کرنے والا مسلمان کہلا سکتا ہے۔ ان تین بنیادی عقائد کے معاملے میں شیعوں اور سنیوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ان تین عقیدوں پر ایمان رکھنے کے علاوہ بعض اور امور ہیں جن کو ضروریات دین کہتے ہیں۔ مسلمان کہلانے کا حقدار بننے کے لئے ان کی تکمیل ضروری ہے۔ ان ضروریات کے تعین اور شمار کے لئے مجھے دو دن چاہئیں لیکن مثال کے طور پر میں یہ بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ احترام کلام اللہ وجوب نماز' وجوب روزہ' وجوب حج مع الشرائط اور دوسرے بے شمار امور ضروریات دین میں شامل ہیں۔
(مولانا عبد الحامد بدایونی)
سوال :- آپ کے نزدیک مسلمان کون ہیں؟
جواب :- جو شخص ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہے وہ "مومن" ہے اور ہر مومن مسلمان کہلانے کا حقدار ہے۔
سوال :- ضروریات دین کون کون سی ہیں؟
جواب :- جو شخص پنج ارکان اسلام پر اور ہمارے رسول پاک ﷺ پر ایمان رکھتا ہے وہ ضروریات دین کو پورا کرتا ہے۔
سوال :- آیا ان پانچ ارکان اسلام کے علاوہ دوسرے اعمال کا بھی اس امر سے کوئی تعلق ہے کہ کوئی شخص مسلمان ہے یا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(نوٹ :۔ گواہ کو سمجھا دیا گیا تھا کہ دوسرے اعمال سے وہ ضوابط اخلاقی مراد ہیں جو زمانہ حاضر کے معاشرے میں صحیح سمجھے جاتے ہیں)

جواب :۔ یقیناً تعلق ہے۔

سوال :۔ پھر آپ ایسے شخص کو مسلمان نہیں کہیں گے جو ارکان خمسہ اور رسالت پیغمبر اسلام پر تو ایمان رکھتا ہے لیکن دوسرے لوگوں کی چیزیں چرا لیتا ہے۔ جو مال اسکے سپرد کیا جائے اس کو غبن کر لیتا ہے۔ اپنے ہمسائے کی بیوی کے متعلق نیت بد رکھتا ہے اور اپنے محسن سے انتہائی ناشکری کا مرتکب ہوتا ہے۔

جواب :۔ ایسا شخص اگر ان عقیدوں پر ایمان رکھتا ہے جو ابھی بیان کئے گئے ہیں تو ان تمام اعمال کے باوجود وہ مسلمان ہو گا۔

(مولانا محمد علی کاندھلوی دارالشابیہ سیالکوٹ)

سوال :۔ از راہ کرم مسلمان کی تعریف کیجئے؟

جواب :۔ جو شخص نبی کریم ﷺ کے احکام کی تعمیل میں تمام ضروریات دین کو بجالاتا ہے وہ مسلمان ہے۔

سوال :۔ کیا آپ ضروریات دین کی تعریف کر سکتے ہیں؟

جواب :۔ وہ اتنی بے شمار ہیں کہ ان کا ذکر بے حد دشوار ہے۔ میں ان ضروریات کو شمار نہیں کر سکتا۔ بعض ضروریات دین کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً "صلوٰۃ اور صوم وغیرہ"

(مولانا امین احسن اصلاحی صاحب

سوال :۔ مسلمان کون ہے؟

جواب :۔ مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں ایک سیاسی مسلمان دوسرے حقیقی مسلمان۔ سیاسی مسلمان کہلانے کی غرض سے ایک شخص کے لئے ضروری ہے کہ

(1) توحید الٰہی پر ایمان رکھتا ہو۔ (2) ہمارے رسول پاک کو خاتم النبیین مانتا ہو یعنی اپنی زندگی کے متعلق تمام معاملات کو ان کو آخری سند تسلیم کرتا ہو۔ (3) ایمان رکھتا ہو کہ ہر خیر و شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ (4) روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ (5) قرآن مجید کو آخری الہام الٰہی یقین کرتا ہو۔ (6) مکہ معظمہ کا حج کرتا ہو۔ (7) زکوٰۃ ادا کرتا ہو۔ (8) مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتا ہو۔ (9) اسلامی معاشرے کے ظاہری قواعد کی تعمیل کرتا ہو۔ (10) روزہ رکھتا ہو۔

جو شخص ان تمام شرائط کو پورا کرتا ہو وہ ایک اسلامی مملکت کے پوری شہری کے حقوق کا مستحق ہے۔ اگر وہ ان میں سے کوئی ایک شرط پوری نہ کرے گا تو وہ سیاسی مسلمان نہ ہو گا (پھر کہا) اگر کوئی شخص ان دس امور پر ایمان کا محض اقرار ہی کرتا ہو گو ان پر عمل کرتا ہو یا نہ کرتا ہو تو یہ اس کے مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے۔ حقیقی مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے تمام احکام پر عین اس طرح ایمان رکھتا ہو اور عمل کرتا ہو جس طرح وہ احکام و ہدایات اس پر عائد کئے گئے ہیں۔

سوال :۔ کیا آپ یہ کہیں گے کہ صرف حقیقی مسلمان ہی "مرد صالح" ہے؟

جواب :۔ جی ہاں۔

سوال :۔ اگر ہم آپ کے ارشاد سے یہ سمجھیں کہ آپ کے نزدیک سیاسی مسلمان کہلانے کے لئے صرف عقیدہ کافی ہے اور حقیقی مسلمان بننے کے لئے عقیدے کے علاوہ عمل بھی ضروری ہے تو کیا آپ کے نزدیک ہم نے آپ کا مفہوم صحیح طور پر سمجھا ہے؟

جواب :۔ جی نہیں۔ آپ میرا مطلب صحیح طور پر نہیں سمجھے۔ سیاسی مسلمان کے معاملے میں بھی عمل ضروری ہے۔

میرا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان عقائد کے مطابق عمل نہیں کرتا جو ایک سیاسی مسلمان کے لئے ضروری ہیں تو وہ سیاسی مسلمانوں کے دائرے سے خارج ہو جائے گا۔

سوال :- اگر کوئی سیاسی مسلمان ان باتوں پر ایمان نہ رکھتا ہو جن کو آپ نے ضروری بتایا ہے تو کیا آپ اس شخص کو "بے دین" کہیں گے؟

جواب :- جی نہیں۔ میں اسے محض "بے عمل" کہوں گا۔

صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی طرف سے جو تحریری بیان پیش کیا گیا اس میں مسلم کی تعریف یہ کی گئی کہ مسلم وہ شخص ہے جو رسول پاک کی امت سے تعلق رکھتا ہے اور کلمہ طیبہ پر ایمان کا اقرار کرتا ہے۔

ان متعدد تعریفوں کو جو علماء نے پیش کی ہیں پیش نظر رکھ کر کیا ہماری طرف سے کسی تبصرے کی ضرورت ہے؟ بجز اس کے کہ دین کے کوئی دو عالم بھی اس بنیادی امر پر متفق نہیں ہیں۔ اگر ہم اپنی طرف سے "مسلم" کی کوئی تعریف کر دیں جیسے ہر عالم دین نے کی ہے اور وہ تعریف ان تعریفوں سے مختلف ہو جو دوسروں نے پیش کی ہیں تو ہم کو متفقہ طور پر دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا اور اگر ہم علماء میں سے کسی ایک کی تعریف کو اختیار کرلیں تو ہم اس عالم کے نزدیک تو مسلمان رہیں گے لیکن دوسرے تمام علماء کی تعریف کی رو سے کافر ہو جائیں گے" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب 1953ء صفحہ 232 تا 236)

اب کسی کو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ خود لفظ "مسلمان" غیر اسلامی لفظ ہے۔ صرف ایک مولوی صاحب نے یہ انکشاف کیا کہ مسلمان فارسی الاصل لفظ ہے جو لفظ "مسلم" کا فارسی ترجمہ ہے۔ یہ کیسے غیر اسلامی ہے؟ ایسے کہ مسلمان دراصل قرآنی اصطلاح "مسلم" کا فارسی ترجمہ ہے۔ چونکہ قرآن کریم کا سب سے پہلا ترجمہ فارسی میں ہوا اس لئے یہ تمام اصطلاحات فارسی میں تبدیل ہو گئیں۔ اپنے طور پر دانستہ یا نادانستہ (بحث طلب ہے) یہ پہلی کوشش تھی کہ ان قرآنی اصطلاحات کو بدل دیا جائے یا یہ کہ ان اصطلاحات کی جامع تعریف نہ ہونے پائے کیونکہ اگر ان کی تعریف یا تشریح جامع طور پر کر دی گئی تو پھر خود مسلمانوں میں اختلافات کی گنجائش نہیں ہو گی اور سب کے سب امت واحدہ کی شکل میں ہوں گے جس کا تقاضا قرآن بار بار کرتا ہے۔ کرہ ارض پر موجود کوئی بھی قانون کی کتاب اٹھا کر دیکھیں تو اس کی ابتدا میں قانون کی کتاب میں موجود اصطلاحات کی تعریف کر دی جاتی ہے اور یہی تعریف حتمی اور آخری سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً اگر کسی قانون کی کتاب میں "گورنمنٹ" کا لفظ آئے تو اس کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ "گورنمنٹ" سے مراد شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حکومت/گورنمنٹ ہو گی وغیرہ وغیرہ۔

لیکن مذہب کی دنیا میں (دین نہیں) جس کا جی چاہے جیسے تعریف کر دے یا کوئی بھی اصطلاح وضع کر دے اسکی تعریف اس کی اپنی ہو گی اور اسی طرح ہر ایک کی مختلف ہو گی۔

مسلمانوں میں کئی اصطلاحات عام ہیں لیکن اگر سروے کیا جائے تو ننانوے فیصد مسلمان اس کی تعریف سے بے خبر ہوتے ہیں۔ مثلاً شائد ہی کوئی ایسا دن کسی مسلمان پر گزرتا ہو گا جس میں وہ "ثواب" کا لفظ یا اصطلاح استعمال نہ کرتا ہو۔ لیکن اگر آپ اس سے پوچھیں کہ ثواب ہوتا کیا ہے تو وہ مضحکہ خیز انداز میں ہنس کر کہے گا' یہ لو جی' اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ ثواب کیا ہے؟ اور یہی اس کی لاعلمی کا جواب ہے۔ اسی طرح نماز خالصتاً مجوسی اصطلاح ہے۔ ایران کے آتش پرستوں کی درود بھی مجوسی اصطلاح ہے۔

اسی طرح اگر ہم سنجیدگی سے بغور مطالعہ کریں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ وہ کتاب جس پر امت مسلمہ متفق ہے اس کتاب کی سینکڑوں آیات کی تکذیب کر دی گئی ہے۔ اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ تمام اہل اسلام اگر کسی کتاب پر متفق ہیں تو وہ صرف اور صرف قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم کے علاوہ ہر مذہبی کتاب ہمیشہ سے متنازعہ رہی ہے یہاں تک کہ سنیوں اور شیعوں کی احادیث کی کتابیں بھی اپنی اپنی ہیں۔ جن میں سے اکثر تیسری صدی ہجری میں معرض وجود میں آئی تھیں۔ ہم جونہی قرآن کریم سے کسی دوسری کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں فرقہ بندی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی

انبیاء گزرے ہیں ان سب کی تعلیم ایک رہی ہے۔ ان کے بعد لوگوں نے اس تعلیم کو مختلف جامے پہنا دیئے اور یوں ایک جھنڈے تلے کھڑی امت کئی فرقوں میں بٹ گئی۔ کسی نے خود کو سنی کہا تو کسی نے شیعہ کہنا شروع کر دیا اور اس طرح غیر ضروری طور پر حضور ﷺ کی ذات گرامی کو متنازعہ بنا دیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضور ﷺ شیعہ تھے یا سنی؟ حضرت ابوبکرؓ شیعہ تھے یا سنی؟ حضرت عمرؓ اہل حدیث تھے یا بریلوی؟ حضرت عثمانؓ وہابی تھے یا ذکری؟ حضرت علیؓ رافضی تھے یا جعفری؟ خود حضرت امام حسین کیا فقہ جعفریہ کے پابند تھے؟ وغیرہ وغیرہ ثم وغیرہ۔ اگر ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے تو وہ کونسی چیز باقی رہ جاتی ہے جس پر آج کے تمام مسلمان (مسلم) اتفاق کر سکتے ہیں؟ وہ صرف اور صرف قرآن کریم ہے۔ یہ ساری لڑائی شخصیات کی ہے اور شخصیات ہی فرقہ بندی کی بنیاد ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کے لئے رہبر ہو کر آئے لیکن اس کے باوجود سنئے اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔

و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم و من ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللّٰه شیئا وسیجزی اللّٰه الشکرین (3/143)

مفہوم:- موت اور مقاتلہ کا ذکر آگیا ہے تو اس ضمن میں ایک اور اہم اصول کا سمجھ لینا بھی ضروری ہے وہ یہ کہ تم اپنی زندگی اور قوت کا راز اپنے نظام کے استحکام میں سمجھو۔ اسے شخصیتوں کے ساتھ وابستہ مت کرو۔ چھوٹی چھوٹی شخصیتیں تو ایک طرف، اس باب میں تو محمد ﷺ جیسی بلند ترین شخصیت کا بھی یہ عالم ہے کہ وہ صرف خدا کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔ اس سے پہلے اسی طرح بہت سے پیغام پہنچانے والے آئے اور اپنا فریضہ ادا کر کے چلے گئے لہٰذا اگر یہ پیغام رساں (محمد ﷺ) بھی کل کو مر جائے، یا قتل کر دیا جائے تو کیا تم سمجھو گے کہ اس کی موت سے یہ سارا نظام ختم ہو گیا؟ اور اس کے بعد تم اپنی قدیم روش کی طرف پلٹ جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو ایسا کرے گا وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا، خود اپنا ہی نقصان کرے گا لیکن جو ایمان کی روش پر قائم رہے گا اور اس نظام کی قدر شناسی کرے گا تو اسے اس کی کوششوں کا پورا پورا صلہ ملے گا"۔

اس آیت میں شخصیت پرستی کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا گیا۔ آج صرف اور صرف شخصیت پرستی ہی کا نظام قائم ہے اور بالکل ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے حضور ﷺ کی بعثت سے قبل عرب میں جن فرقوں، ٹولیوں، گروہوں، پارٹیوں اور قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کی محنت شاقہ نے ان سب کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا اور اس کا نتیجہ بہت جلد سامنے آیا۔

راقم آپ کی توجہ سوال نمبر1 کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے۔ یعنی "علماء" کون ہیں؟ کتنا بڑا وقت ضائع ہوا اور مذاکرات افغانستان کی سوئی لفظ "علماء" پر اٹک گئی جس کے نتیجے میں مذاکرات ناکام ہو گئے۔ کاش! ان اصحاب نے قرآن کریم سے پوچھا ہوتا کہ "علماء" کون ہوتے ہیں؟ قرآن کریم دوٹوک الفاظ میں جواب دیتا کہ

ومن الناس والدواب والانعام مختلف الوانه کذالک انما یخشی اللّٰه من عباده العلموا ان اللّٰه عزیز غفور (35/28)

مفہوم:- "اسی طرح انسان، دیگر حیوان اور مویشی بھی مختلف قسموں کے ہیں۔
صحیفہ فطرت کے یہ اوراق جو قوانین خداوندی کی زندہ شہادات ہیں سب کے سامنے کھلے رہتے ہیں، لیکن ان قوانین کی عظمت کے سامنے وہی لوگ جھکتے ہیں جو ان شہادات پر علم و بصیرت سے غور و فکر کرتے ہیں، یہی لوگ "علماء" کہلانے کے مستحق ہیں۔ اور یہی جان سکتے ہیں کہ خدا کا قانون کس قدر غلبہ کا مالک ہے اور جو اس کے مطابق چلتا ہے۔ وہ اسے کس قدر سامان حفاظت عطا کرتا ہے"۔

پورے قرآن کریم میں علماء کا لفظ / اصطلاح صرف دو مقامات پر آئی ہے۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سائنسدان ہیں جو کائنات کے علم سے بہرہ مند ہیں۔ یہ کسی صورت میں بھی وہ لوگ نہیں ہیں جو کسی جامعہ سے سند لے کر صرف اور صرف "کافرگری" کے بازار کو گرم رکھتے ہیں۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ ہم "علماء" کی تعریف / تشریح کرنے افغانستان چلے ہیں۔ امت مسلمہ کے ساتھ مذاق نہیں تو کیا ہے؟ یہ اور اس قسم کی سینکڑوں اصطلاحات کا جواب قرآن کریم میں واضح الفاظ میں موجود ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں لفظ مسلمان فارسی الاصل ہے جبکہ قرآن کریم "مسلم" کا لفظ استعمال کرتا ہے اور کیوں ایسا کرتا ہے اس لئے کہ خود "مسلم" کے لفظ میں عربی زبان کا مادہ "س ل م" موجود ہے۔ اسی سے اسلام ہے' اسی سے مسلمہ ہے' اسی سے مسلمات ہے' اسی سے تسلیم ہے اور اسی سے سلیم ہے وغیرہ وغیرہ۔

سلم۔ چونکہ یہی وہ مادہ ہے جس سے اسلام کا لفظ وجود میں آیا ہے اس لئے اس کے بنیادی معانی کو غور سے سمجھ لینا چاہئے کیونکہ انہی معانی سے اسلام کے مختلف گوشے واضح ہو جائیں گے۔

1 سلم کے بنیادی معنی ہیں وہ ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک اور صاف ہو گیا۔ اس کی ہر ایک کمی پوری ہو گئی۔ سلم الدلو اس نے ڈول کو پختگی کے ساتھ تیار کر دیا۔ سورۃ بقرہ میں بنی اسرائیل کی گائے کے متعلق ہے۔ **مسلمة لا شية فيها** (2/71) وہ جسمانی نقائص سے منزہ اور بالکل بے داغ ہے۔ لہٰذا سلم کے بنیادی معنی ہیں اس طرح مکمل ہو جانا کہ پھر کوئی نقص اور کمی باقی نہ رہے۔ یعنی انسانی صلاحیتوں کی پوری پوری نشوونما اور تکمیل۔

2 اس مادہ کے دوسرے بنیادی معنی ہیں۔ ہر قسم کے آفات' خطرات اور حوادث سے محفوظ رہنا۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس مادہ میں زیادہ معنی صحت اور عافیت سے متعلق ہیں۔ **سلم من الا افة سلامة** وہ آفت سے محفوظ رہا۔ **سلمه الله تسليما** خدا نے اسے آفت سے محفوظ رکھا۔ قرآن کریم میں خدا کا ایک نام **السلام** بھی آیا ہے (56/23) جس کا عام طور پر مفہوم لیا جاتا ہے "تمام عیوب و نقائص سے پاک" لیکن صاحب تاج العروس نے لکھا ہے کہ جن لوگوں نے اس کے یہ معنی کئے ہیں انہوں نے بہت بڑی غلطی کی ہے کیونکہ سلام اسے کہتے ہیں جس سے دوسری چیزیں سلامتی حاصل کریں اور **سالم** وہ ہوتا ہے جو دوسروں سے سلامتی حاصل کرے۔ یعنی وہ جس پر کوئی آفت آسکتی ہو اور وہ اس کا متوقع بھی ہو لیکن اس سے محفوظ رہنا چاہے۔ لہٰذا خدا کا نام **سلام** اس لئے ہے کہ اس نے تمام مخلوق کو اختلال و انتشار سے محفوظ رکھا ہے اور اس کا نظام نہایت حفاظت و صیانت سے چل رہا ہے۔

لہٰذا **سلام** کے معنی ہیں آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہنا۔ یہ اس مادہ کے دوسرے معنی ہوئے۔

3 **السلم** سیڑھی کو کہتے ہیں یعنی کسی بلندی تک پہنچنے کا قابل اعتماد اور محفوظ ذریعہ۔ لہٰذا اس مادہ کے تیسرے معنی ہیں وہ ذرائع جن سے کوئی شخص نہایت اعتماد اور حفاظت سے بلندیوں تک پہنچ جائے۔

4 **السلم** کے معنی ہیں صلح اور صفائی کے ساتھ رہنے والا۔ **السلم** کہتے ہی صلح کو ہیں لہٰذا اس مادہ کے چوتھے معنی ہیں۔ خود بھی امن اور سلامتی سے رہنا اور دنیا میں بھی امن و سلامتی قائم رکھنا۔ **تسالمت الخيل** کے معنی ہوتے ہیں گھوڑوں کا ایک ساتھ چلنا (پاؤں ملا کر اس طرح چلنا کہ ان میں کامل ہم آہنگی ہو) اور کسی گھوڑے کا ایسی حرکت نہ کرنا جس سے دوسرے گھوڑے بدک جائیں یا مشتعل ہو جائیں۔ اس سے اسلامی معاشرہ کا صحیح صحیح تصور سامنے آجاتا ہے۔

5 **السلم والسلام** کے معنی ہیں اطاعت۔ انقیاد۔ سپردگی۔ جھک جانا۔ لہٰذا اس مادہ کے پانچویں بنیادی معنی ہوئے قوانین خداوندی کی پوری پوری اطاعت کرنا۔

6 **استسلم ثلم الطریق** کے معنی ہیں وہ راستہ کے درمیان میں چلا اور اس سے ادھر ادھر نہ ہوا۔ **قالو اسلاما** کے معنی ہیں وہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں اور کوئی لغو بات نہیں کرتے لہٰذا اس مادہ کے چھٹے معنی ہوئے۔ اعتدال اور توازن کی راہ اختیار کرنا اور لغویت اور بیہودگیوں سے بچنا۔

7 **استلم الذرع** کے معنی ہیں کھیتی کی بالیں نکل آئیں۔ لہٰذا اس مادہ کے ساتویں معنے ہیں کوششوں کا نتیجہ خیز ہونا۔

8 اور **السلمة** اس عورت کو کہتے ہیں جس کے اعضاء نہایت نرم و نازک اور خوشنما ہوں لہٰذا اس مادہ کے آٹھویں معنی ہوئے حسن و خوشنمائی۔

ان معانی سے ظاہر ہے کہ "الاسلام" اس نظام حیات کا نام ہے جس سے

(1) انسان کی تمام کمیاں پوری ہو جائیں اور اس کی صلاحیتیں پوری پوری نشوونما پالیں۔

(2) جس میں وہ زندگی کی تمام تباہیوں اور بربادیوں سے محفوظ رہے اور

(3) اپنی ارتقائی منازل طے کرتا ہوا بلندیوں کی طرف بڑھتا چلا جائے اور

(4) وہ خود اپنی ذات میں بھی امن و سلامتی اور صلح و آشتی سے رہے اور ساری دنیا میں امن و سلامتی قائم کرنے کا موجب ہو۔ وہ سفر زندگی میں دوسرے افراد معاشرہ کے ساتھ پوری ہم آہنگی سے چلے اور کوئی حرکت ایسی نہ کرے جس سے کوئی دوسرا مشتعل ہو اور اس طرح معاشرہ کا نظام خراب کر دے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ

(5) انسان قوانین خداوندی کی پوری پوری اطاعت کرے اور ان کے سامنے اپنا سر ہی نہیں بلکہ دل بھی جھکا دے اور یہ کچھ

(6) پورے پورے اعتدال اور توازن سے کرے۔ افراط و تفریط سے کام نہ لے۔

(7) اس طرح اس کی کوششیں ثمربار ہو جائیں گی اور اس کا عمل رائیگاں نہیں جائے گا اور

(8) اس کی اپنی ذات میں بھی حسن (توازن) پیدا ہو جائے گا اور پورے معاشرہ میں بھی۔

یہ ہے وہ روش زندگی جس کے متعلق کہہ دیا کہ جو شخص اس روش کے خلاف کوئی اور روش اختیار کرے گا تو وہ اس قسم کے نتائج قطعاً" پیدا نہیں کر سکے گا اور وہ آخر الامر نقصان اٹھائے گا۔

و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه و هو فی الاخرۃ من الخسرین (3/84)

مفہوم :- اس نظام کا نام الاسلام اور یہی نظام' خدا کی طرف سے' تمام عالم انسانیت کے لئے تجویز ہوا ہے سو جو فرد یا قوم اس نظام کے علاوہ زندگی کے لئے کوئی اور راستہ اختیار کرنا چاہے تو میزان خداوندی میں اس کا کوئی وزن نہیں ہو گا۔ اس سے اس قوم کو مفاد عاجلہ تو حاصل ہو سکتے ہیں لیکن مستقبل میں وہ سخت نقصان میں رہے گی۔

یہ روش قرآن کریم (الاسلام) کے اتباع کا دوسرا نام ہے۔ (مفہوم القرآن)

قرآن کریم میں **مسلم** اور اس کے مشتقات اس کثرت سے آئے ہیں کہ اس مقام پر ان تمام کا درج کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا ان میں سے جستہ جستہ مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سورہ انفال میں ہے کہ تم آپس میں جھگڑنے لگ گئے تھے۔ **ولکن اللعه سلم** (8/43) اللہ نے تمہیں اس کے تباہ کن نتائج سے محفوظ رکھا۔ سورہ الطور میں **سلم** (52/38) کا لفظ بلند مقامات تک پہنچنے کے ذرائع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ (لغات القرآن۔ پرویزؒ)

سورہ انفال میں ہے۔ **وان جنحوا للسلم** (8/61) اس کے معنی صلح کے ہیں۔ (اگر تمہارا دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو تم بھی صلح کی طرف جھک جاؤ)

سورہ روم میں ایمان اور اسلام کو الگ الگ بیان کیا ہے۔

و ما انت بھدا العمی عن ضللتھم ان تسمع الا من یومن بایتنا فھم مسلمون (30/53)

مفہوم :- نہ ہی تو اندھوں کو ان کے غلط راستے سے ہٹا کر سیدھا راستہ دکھا سکتا ہے۔ (جب وہ صحیح راستے پر چلنا ہی نہ چاہیں) تو صرف انہیں سنا (اور دکھا) سکتا ہے جو عقل و شعور سے کام لے کر ہمارے قوانین کی صداقت پر یقین رکھیں اور ان کے تابع زندگی بسر کرنے کے لئے تیار ہوں۔

یعنی ایمان کے معنی ہیں کسی نصب العین کو صحیح مان لینا اور اسلام کا مطلب ہے اس پر پورے پورے طور پر کاربند ہو جانا۔ اس کے مقابلہ میں وہ لوگ جو محض مطیع ہو کر اسلام لائے ہوں اور ایمان ان کے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں نہ ہوا ہو ان کے متعلق کہا ہے کہ وہ **مسلم** ہیں۔ ابھی **مومن** نہیں ہوئے (47/14) سورہ النمل میں مسلمین کا لفظ **الا تعلوا علی واتونی مسلمین** ○ (27/31) کے معنوں میں آیا ہے یعنی سرکشی اور حدود شکنی اختیار نہ کرنا۔ فرماں پذیر ہو جانا۔ سورہ مریم میں (سلام) **لغو** کے مقابلہ میں آیا ہے۔ (19/93) (مفہوم القرآن)

ان خصوصیات کے حامل انسان کو صاحب قلب سلیم کہا گیا ہے۔ (26/89) اور ان صفات کی حامل قوم کو **امۃ مسلمۃ لک** (2/128) یعنی ایسی امت (قوم) جو احکامات الہی کا اتباع کرتی رہے۔ اس قوم کے ہر فرد کا فریضہ حیات یہ ہو گا کہ جس فرد سے اس کا مقابلہ پڑے وہ اسے کہے **سلام علیکم** (7/46) میں تمہارے لئے سلام کی آرزو کرتا ہوں یعنی ان تمام سعادتوں اور خوشگواریوں کی جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور وہ بھی اس کے جواب میں اس آرزو کا اظہار کرے اور یوں ان کا سارا معاشرہ سلام" سلاما" (56/36) کی حیات بخش صداؤں سے گونج اٹھے۔ حضرت ابراہیم کے متعلق ہے کہ وہ یہودی یا نصرانی نہیں تھے۔ **حنیفا مسلما** تھے (3/66) یہی وہ نام ہے جو دین خداوندی کے متبعین کے لئے اللہ نے تجویز کیا تھا۔ قرآن کریم سے پہلے بھی اور قرآن کریم کے بعد بھی (22/78) اپنے آپ کو فرقوں سے منسوب کرنا غیر اسلامی شعار ہے۔ اس لئے کہ فرقہ بندی شرک ہے۔ (30/32) اور مسلم اور مشرک ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ (3/66) اور کفر اور اسلام بھی ایک دوسرے کی ضد (9/74) اسے بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ مسلم کبھی مجرم نہیں ہو سکتا اسی لئے قرآن کریم میں ہے کہ

افنجعل المسلمین کالمجرمین (68/35) "کیا ہم مسلمین کو مجرمین جیسا بنا دیں گے؟ لہٰذا مسلم وہی ہے جو قوانین خداوندی کی اطاعت کرے۔

الاسلام وہ ضابطہ حیات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے تجویز کیا ہے۔ اس کے سوا کوئی ضابطہ حیات خدا کے نزدیک قابل قبول نہیں سورہ آل عمران میں ہے۔

افغیر دین اللہ یبغون کیا یہ لوگ اللہ کے (متعین فرمودہ) ضابطہ حیات کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہیں۔ (مفہوم القرآن)

اس کے بعد یہ کہنا کہ اسلام کیا ہے اور اس کی تعریف کیا ہے؟ اس پر کمیشن بٹھایا جائے۔ مضحکہ سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ منیر کمیشن میں (فسادات پنجاب 1953ء) میں بڑے بڑے مولوی صاحبان مسلم کی تعریف نہ کر سکے۔ کاش انہوں نے قرآن کریم کا مطالعہ کیا ہوتا تو سب کا جواب ایک ہوتا۔ ان کا جواب بھانت بھانت کی بولیوں میں نہ ہوتا۔ آئیے قرآن کریم سے " مسلم" کی تعریف سنتے ہیں۔ یاد رہے مسلمان کی تعریف یہ ہے۔

قل ان صلاتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین ○ لاشریک لہ وبذالک امرت و انا اول المسلمین (6/163-164)

مفہوم :- ان سے کہہ دو کہ (اس دین کو اس انداز سے اختیار کرنے کا عملی نتیجہ یہ ہے کہ) میرے تمام فرائض زندگی

اور ان کے ادا کرنے کے طور طریقے' میرا مرنا' اور میرا جینا اللہ کے تجویز کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے وقف ہے' میں اس میں کسی اور مقصد' جذبہ' یا خواہش کو شریک نہیں کرتا اسی کا نام توحید ہے' اس کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں نے خود کو اس حکم کے سامنے سرتسلیم خم کیا ہے۔

یعنی بالفاظ دیگر اگر کبھی "مسلمین" کی فہرست مرتب ہو تو میرا نام سب سے پہلے لکھا جائے' مولوی صاحبان اگر منیر کمیشن میں بیان دینے سے پہلے قرآن کریم کا مطالعہ کرتے تو سب کے سب اس ایک آیت پر مجتمع ہو جاتے اور سب کا جواب ٹھیک ہوتا۔

اتنی لمبی تمہید کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ آپ یہ سفارشات پیش کریں کہ چونکہ وطن کی بنیاد ایک نظریئے پر رکھی گئی تھی اور وہ نظریہ اسلام ہی تھا۔ اسلام بھی وہ اسلام جس پر سب کے سب متفق ہوں۔ یعنی قرآن کریم۔ اگر اس کے علاوہ کسی اور کتاب یا نظریئے کو سامنے رکھا گیا یا اس کو فیصلہ دینے کا معیار بنایا گیا تو وہ احکامات خداوندی کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم اس سلسلہ میں کسی قسم کی بے اصولی کا قائل نہیں ہے۔ فرمایا۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولیک ھم الکفرون (5/44)

یاد رکھو ! جو شخص اس قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتا جسے خدا نے نازل کیا ہے' وہ کافر ہے۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاؤلئک ھم الظلمون (5/45)

جو لوگ اس ضابطہ خداوندی کے مطابق فیصلے نہیں کرتے جسے خدا نے نازل کیا ہے تو یہی لوگ ہیں جو حق و انصاف سے کام نہیں لیتے' ظلم اور زیادتی کرتے ہیں۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاؤلئک ھم الفسقون (5/47)

جو لوگ اس قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے جسے خدا نے نازل کیا ہے تو ان کا شمار فاسقین میں ہوتا ہے یعنی صحیح راستہ چھوڑ کر غلط راہیں اختیار کر لینے والے۔ (یعنی انکی کھیتی کبھی نہیں پنپ سکے گی)

جناب جسٹس صاحب ! آپ کی سفارشات فرقہ بندی کے خلاف ہوں گی۔ ان میں سے ایک اہم سفارش یہ کی جائے کہ تمام مساجد کو حکومت اپنے کنٹرول میں لے لے۔ جس مسجد پر کسی بھی فرقہ کا نام لکھا ہو حتی کہ کسی بڑے سے بڑے شخص کا نام کیوں نہ ہو اسے فوراً" ختم کیا جائے کہ یہی فرقہ بندی کی بنیاد ہے۔ اس لئے کہ اللہ جو بات کرتا ہے اس کے دور رس نتائج ہمیشہ مثبت ہوتے ہیں۔ انسان جو فیصلہ کرتا ہے اس کے نتائج اکثر منفی نکلتے ہیں۔ اس طرح ان مساجد کو فرقہ واریت یا شخصیات سے وابستہ کرنے سے منع کرنے کے لئے اللہ نے فرمایا !

وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احد (72/18)

مساجد اللہ کے لئے ہیں۔ لہٰذا ان میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

یہ جو قرآن کریم نے **واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولاتفرقوا** (3/103) فرمایا ہے۔ تو اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ تم سب کے سب مل کر اس ضابطہ خداوندی کو محکم طور پر تھامے رہو اور فرقوں میں مت بٹ جاؤ۔ اب اگر اللہ کی رسی کہا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ رسی ایک ہے۔ کئی رسیاں نہیں ہیں۔ اس کے ایک ایک لفظ پر غور کیا جائے۔ پہلا صیغہ ہی جمع کا ہے "تم سب" اور آخر میں **جمیعا** سے بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ دین اگر ہو گا تو اجتماعی ہو گا۔ انفرادی ہرگز نہیں کہ کوئی تو مسجد میں بیٹھا اللہ اللہ کر رہا ہے اور کوئی امام باڑے میں سینہ کوبی کر رہا ہے' کوئی کسی خانقاہ میں بیٹھا درود کی ضربیں لگا رہا ہے تو کوئی کسی آستانے میں ذکر میں مشغول ہے۔ یعنی پوری امت ایک طور اور طریق کو اپنائے گی۔ ایسا بھی نہیں کہ دینی (مذہبی) معاملات تو مولوی صاحبان سنبھالیں گے اور دنیوی سیاستدان حضرات۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب دین کی شکل مذہب کی ہو جاتی ہے۔ جونہی آپ نے یہ اصطلاح بدلی۔ اس میں ثنویت نے اپنا گھر بنا لیا۔ دین میں ثنویت ہرگز نہیں۔ یعنی یہ

کوئی پیشہ نہیں ہو گا کہ مولوی تو مذہب کا ٹھیکیدار ہو گا اور دنیاوی معاملات سیاستدان سنبھالیں گے۔ قرآن اس کی کسی صورت میں اجازت نہیں دیتا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

شرع لکم من الدین ماوصی به نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه کبر علی المشرکین ما تدعوا هم الیه اللہ یجتبی الیه من یشاء ویهدی الیه من ینیب ○ وما تفرقوا الا من بعد ماجاء هم العلم بغیا بینهم …… مریب ○ (42/13-14)

مفہوم :- (جس طرح خارجی کائنات میں اس کے قوانین کار فرما ہیں اسی طرح اس نے انسانی زندگی کے لئے بھی قوانین مقرر کر رکھے ہیں۔ یہ قوانین انبیاء کی وساطت سے بذریعہ وحی دیئے گئے ہیں اور شروع سے اسی طرح چلے آ رہے ہیں چنانچہ اس نے جو نظام زندگی تمہارے لئے تجویز کیا ہے وہی ہے جسے اس نے نوحؑ' ابراہیمؑ' موسیٰؑ' عیسیٰؑ (اور دیگر انبیاء) کی طرف وحی کیا تھا۔ ان سب سے یہی کہا گیا تھا کہ وہ خدا کے تجویز کردہ نظام کو عملاً قائم کریں اور اس میں تفرقہ نہ پیدا کریں۔ (کیونکہ نظام خداوندی سے مقصود یہ ہے کہ نوع انسانی' اپنے اختلافات اور تفرقات کو مٹا کر ایک عالمگیر برادری بن جائے۔ (45/17-18 - 3/32 - 2/160 - 3/104)

جو لوگ مختلف قوتوں کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں اور قوانین خداوندی کے ساتھ اپنے خود ساختہ قوانین بھی ملاتے ہیں انہیں تمہاری یہ دعوت (جو صرف ایک خدا کے قوانین کی اطاعت اور مختلف گروہوں اور فرقوں کو مٹا کر وحدت انسانیت کی دعوت ہے) بہت ناگوار گزرتی ہے (لہذا) انہیں صحیح راستے کی طرف راہ نمائی کیسے مل سکتی ہے۔ باقی رہا ان کا یہ اعتراض کہ منصب نبوت کے لئے اسی رسول کو منتخب کیوں کیا گیا۔ سو ان سے کہہ دو کہ اس مقصد عظیم کے لئے خدا جسے موزوں سمجھتا ہے چن لیتا ہے۔ یہ انتخاب تمہارے معیاروں کے مطابق نہیں ہوتا۔ تمہارا کام نبی کی وساطت سے دی ہوئی وحی سے راہنمائی حاصل کرنا ہے۔ یہ راہ نمائی ہر اس شخص کو مل سکتی ہے جو برضا و رغبت اسے حاصل کرنا چاہے۔ جو اس کی طرف رجوع نہیں کرتا اسے یہ راہنمائی نہیں مل سکتی۔ (مفہوم القرآن)

(اب رہا یہ سوال کہ جب دین شروع سے ایک ہی تھا تو پھر مختلف مذاہب کیسے وجود میں آ گئے اور لوگوں میں اس قدر اختلافات کیسے رونما ہو گئے؟ یہ اس لئے نہیں ہوا کہ خدا نے مختلف لوگوں کو مختلف مذاہب دیئے تھے یا اس کی طرف سے نازل شدہ وحی ایسی تھی کہ اس سے اختلافات پیدا ہو سکتے تھے۔ بات یہ نہیں تھی۔ بات یہ تھی کہ ایک نبی خدا کی وحی کی روشنی میں اختلافات مٹا کر چلا جاتا تو اس کے بعد اس کے پیرو' محض نفسانیت اور باہمی ضد اور عداوت کی وجہ سے تفرقہ پیدا کر لیتے اور یوں ایک ہی دین کے نام لیوا' مختلف فرقوں میں بٹ جاتے۔

اگر خدا چاہتا تو ان لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ فوراً ہو جایا کرتا' لیکن اس نے پہلے سے ہی یہ قانون مقرر کر رکھا ہے کہ عمل اور اس کے نتیجہ میں ایک وقفہ ہو گا۔ لہذا یہ سب کچھ اپنے وقت پر ہوتا ہے (اب یہ کتاب انہی اختلافات کو مٹانے کے لئے آئی ہے) جن لوگوں کی طرف اسے نازل کیا گیا ہے اگر وہ خلوص نیت سے اس پر غور و تدبر کرتے تو باآسانی اپنے اختلافات مٹا کر وحدت پیدا کر لیتے۔ لیکن ان کی ضد اور تعصب اور ذاتی مفادات ان کے آڑے آ رہے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کتاب کے متعلق شکوک و

شبہات میں پڑے ہیں اور یہ شکوک انہیں کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتے۔ 14 آیت

اب جبکہ قرآن کریم سے یہ واضح ہو گیا کہ انبیاء کی تعلیم ہمیشہ سے ایک ہی رہی ہے یعنی ایک ایسی امت تیار کرنا جو علی وجہ البصیرت امت واحدہ ہو۔ علی وجہ العقیدہ یا علی وجہ الموروث نہ ہو کہ چونکہ باپ دادا سے یہ عقیدہ چلا آرہا ہے اس لئے میں نے یہی اختیار کرنا ہے۔ چونکہ دین ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے اس لئے ہر شخص یا گروہ کا اپنا دین ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ سرے سے دین موجود ہی نہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت ہارونؑ کا وہ واقعہ سامنے رکھئے جب حضرت موسیٰؑ کوہ طور سے واپس آئے تو انہوں نے اپنے بھائی کو سخت سست الفاظ میں یاد کیا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ حضرت موسیٰؑ نے دیکھا کہ لوگ گئو سالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے ہیں تو حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ سے کہا۔

قال یھرون مامنعک اذ رایتھم ضلوا ○ الا تتبعن افعصیت امری (20/92-93)

مفہوم:- موسیٰؑ نے کہا اے ہارونؑ جب تو نے دیکھا تھا کہ قوم یوں گمراہ ہو رہی ہے تو تو نے انہیں روکا کیوں نہیں؟ تو نے وہی کچھ کیوں نہیں کیا جو ایسے وقت میں کیا کرتا ہوں؟ وہ کونسا امر تھا جو تجھے ایسا کرنے سے مانع ہوا؟ یا تو نے بھی دیدہ دانستہ مجھ سے سرکشی کی۔

قال یبنوم لا تاخذ بلحیتی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل و لم ترقب قولی (30/94)

مفہوم:- ہارونؑ نے موسیٰؑ سے کہا اے میرے بھائی ! تو مجھ پر اس طرح خفا نہ ہو اور مجھے ہدف ملامت نہ بنا۔ میں نے انہیں سختی سے اس لئے نہیں روکا کہ مجھے ڈر تھا کہ تو آکر یہ نہ کہے کہ تو نے قوم میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا کچھ پاس نہ کیا (میں نے قوم کی اس عارضی جہالت کو گوارا کیا لیکن اسے تفرقہ سے بچا لیا اس پر موسیٰؑ ہارونؑ کی طرف سے مطمئن ہو گیا)

اب آپ خود سوچیں کہ ایک وقت میں دو نبی اور وہ بھی سگے بھائی ہیں۔ کس خوبصورت انداز سے تفرقہ بازی سے گریز کرتے ہیں۔ گئو سالہ پرستی جو بذات خود ایک مشرکانہ فعل تھا لیکن سب کے سب اس پر متفق تھے۔ اس لئے انہوں نے چھوٹے جرم کو گوارا کیا لیکن بڑے جرم فرقہ واریت کے مرتکب نہ ہوئے۔ کیونکہ فرقہ سازی اپنے طور پر شرک عظیم ہے۔ ہر نبی کا یہی پیغام رہا ہے۔ کچھ عرصہ تک تو لوگ متفق رہتے ہیں لیکن جلد ہی ٹکڑیوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم اس کی جڑ تک آپ کو پہنچاتا ہے اور بتاتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وایتھم بینت من الامر فما اخلتفوا الا من بعد ماجاء ھم العلم بغیا بینھم ان ربک یقضی بینھم یوم القیمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون (45/17)

مفہوم:- جو ضابطہ قوانین انہیں دیا گیا تھا وہ بڑا واضح تھا لیکن انہوں نے اس قسم کا علم (وحی) مل جانے کے بعد محض باہمی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپس میں اختلافات پیدا کر لئے (یعنی ان کے باہمی اختلافات اور فرقہ بندی کی وجہ یہ نہیں تھی کہ انہیں جو تعلیم وحی کی رو سے دی گئی تھی اس میں کچھ ابہام اور التباس تھا وہ تو بڑی واضح تھی۔ یہ اختلافات باہمی ضد اور ایک دوسرے سے بڑھ جانے کے جذبہ کی وجہ سے پیدا ہوئے) ان کے ان اختلافات کا فیصلہ دور قیامت میں ہو گا۔

قیامت میں تو ہو گا سو گا' ان اختلافات کا فیصلہ آج بھی ہو رہا۔

ہزار حیف نہ بنی قیامت موجود

فرقہ بندی کو قرآن کریم شرک قرار دیتا ہے اور کتنے کھلے الفاظ میں بتا رہا ہے کہ ہر فرقہ اپنے طور پر خوش ہے کہ ہم ہی ٹھیک ہیں فرمایا:۔

منیبین الیه واتقوه واقیمو الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین ○ من الذین فرقوا دینهم وکانو شیعا کل حزب بما لدیهم فرحون (30/31-32)

مفہوم:۔ یہ نظام کیا ہے؟ یہ کہ سفرِ زندگی میں تمہارا ہر قدم اس منزل کی طرف اٹھے جو خدا نے تمہارے لئے تجویز کی ہے۔ تم اس کی پوری پوری نگہداشت کرو۔ اس کے لئے نظام صلوٰۃ قائم کرو۔ جس میں ہر فرد بطیب خاطر قوانین خداوندی کا اتباع کئے چلا جاتا ہے۔ اس اتباع اور اطاعت میں کسی اور کے قانون اور فیصلے کو شریک نہ کرو۔ اس سے پہلے خود تمہارے اندر وحدت فکر و عمل پیدا ہو جائے گی اور اس کے بعد پوری نوع انسانی اپنے اختلافات کو چھوڑ کر امت واحدہ بن جائے گی۔ (2/213) یہی دین کا مقصود ہے۔

لہٰذا تم بڑی احتیاط برتنا کہ اس طرح توحید کے پیرو بن کر، پھر سے مشرک نہ بن جاؤ یعنی ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس طرح امت واحد رہنے کی بجائے مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ فرقوں میں بٹ جانے کے بعد حالت یہ ہو جاتی ہے کہ ہر فرقہ سمجھتا ہے کہ جس طریقے پر ہم چل رہے ہیں وہی حق و صداقت کی راہ ہے۔ اس لئے وہ اپنے آپ میں مگن ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ یاد رکھو! فرقہ پرستی اور گروہ بندی شرک ہے۔ تم اس شرک کے مرتکب نہ ہو جانا۔ (3/104 - 6/160 - 23/52 - 42/13)

قرآن کریم مساجد کو اللہ کی ملکیت قرار دیتا ہے۔ قرآن میں امام باڑوں کا کوئی تصور نہیں۔ (اب ان کا نام امام بارگاہ رکھ دیا گیا ہے جو فارسی کا لفظ ہے۔ اس کا عربی کے ساتھ کوئی سروکار نہیں۔ قرآن کریم صرف مساجد ہی کا ذکر کرتا ہے اور مساجد کو اپنے لئے ٹھہراتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ مساجد پر مختلف مسالک کے نام لکھے ہوتے ہیں۔ مثلاً مسجد اہلحدیث، مسجد حنفیہ، مسجد غوثیہ، مسجد دیوبندیاں، مسجد بریلویاں، مسجد عمرؓ وغیرہ وغیرہ۔ اسی سے فرقہ بندی کا آغاز ہوتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ایک مسلک کے لوگ دوسرے مسلک کی مساجد میں نہیں جاتے۔ جانا تو بہت دور کی بات ہے ایک دوسرے کے پیچھے نماز تک نہیں پڑھتے۔

مدینہ منورہ میں پہلی مسجد جس کی بنیاد ہی ضرر پر رکھی گئی تھی کو قرآن نے مسجد ضرار کہہ کر پکارا اور اس کے گرانے کا حکم دیا گیا۔ یہ حکومت کے لئے واضح اشارہ ہے کہ اس قسم کی مساجد کو فوری طور پر گرا دیا جائے جہاں سے فرقہ واریت کا پرچار ہوتا ہو۔ ارشاد خداوندی ہے۔

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین وارصادا لمن حارب اللّٰہ و رسوله من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنیٰ واللّٰہ یشهد انهم لکذبون ○ لاتقم فیه ابدا لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیه فیه رجال یحبون ان یتطهروا واللّٰہ یحب المطهرین ○ افمن اسس بنیانه علی تقوی من اللّٰہ و رضوان خیر ام من اسس بنیانه علی شفا جرف هار فانها ربه فی نار جهنم واللّٰہ لا یهدی القوم الظلمین ○ (9/107-109)

مفہوم:۔ اور ان منافقین میں وہ لوگ بھی ہیں (جو اپنی چالوں میں اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے) ایک مسجد تعمیر کر ڈالی (اور اس طرح یہ ظاہر کیا کہ وہ بڑے پکے مومن اور نظام خداوندی کے خدمت گزار ہیں) لیکن

اس مسجد سے درحقیقت ان کی غرض یہ تھی کہ اس سے اس نظام کو نقصان پہنچایا جائے اور کفر کی راہیں کشادہ کی جائیں۔ یعنی مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دیا جائے اور اس طرح یہ مسجد ان لوگوں کے لئے کمین گاہ بن جائے جو پہلے سے نظام خداوندی کے خلاف مصروف پیکار ہیں۔ یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم نے اس مسجد کو بڑی نیک نیتی سے تعمیر کیا ہے۔ لیکن خدا اس کی شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ بڑے جھوٹے ہیں۔ (107)

تم اے رسول ! اس مسجد میں قدم تک نہ رکھو۔ (جو مسجد' مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دے کیا وہ اس قابل ہو سکتی ہے کہ اس میں قدم رکھا جائے۔ تمہارا نہ ان لوگوں سے کچھ واسطہ ہو سکتا ہے نہ ان کی تعمیر کردہ مسجد سے کچھ تعلق (6/160) اس کی مستحق صرف وہ مسجد ہے جس کی بنیاد پہلے دن سے قوانین خداوندی کی نگہداشت کے اصول محکم پر رکھی گئی ہے اس میں وہی لوگ آتے ہیں جو فرقہ بندی اور گروہ سازی کے شرک سے پاک اور صاف رہتے ہیں (30/30) یہی وہ لوگ ہیں جو قانون خداوندی کی رو سے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ (108)

ان سے پوچھو کہ کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد' قوانین خداوندی کی نگہداشت اور منشائے خداوندی سے ہم آہنگی پر رکھی ہو' بہتر ہے' یا وہ شخص جس نے یہ بنیاد ریت کے ایسے تودوں کے کنارے پر رکھی ہو. دکٹ کٹ کر دریا میں گرتے چلے جا رہے ہیں اور اس طرح وہ عمارت اپنے بنانے والے کو ساتھ لے کر' جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اس طرح قانون خداوندی سے سرکشی برتتے ہیں ان پر زندگی کی کامرانیوں کی راہ کبھی نہیں کھل سکتی۔ (109) (مفہوم القرآن)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسجد کو گرانا فرض قرار دیا گیا لیکن تفرقہ بندی کی اجازت نہیں دی گئی۔ اوپر کی تینوں آیات ہماری آج کی تصویر کشی کر رہی ہیں اور یوں لگتا ہے جیسے یہ آیات کل رات ہی نازل ہوئی ہوں۔

جناب جسٹس صاحب!

قرآن کریم نے گروہ بندیوں سے انتہائی بے زاری کا اعلان کیا ہے اور اس کے لئے لفظ **شیعا**" استعمال کیا ہے۔ ہم کتنے فخر سے اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا تعلق فلاں فرقے سے ہے۔ یا للعجب ! ارشاد خداوندی ہے۔

ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شی انما امرھم الی اللہ ثم ینبئھم بما کانوا یفعلون (6/160)

مفہوم :- دین ایک راستے پر چلنے کا نام ہے۔ مختلف راستوں پر چلنے کا نہیں' جو لوگ اپنے دین میں تفرقہ پیدا کر لیں اور الگ الگ گروہ بن جائیں۔ اے رسول ! تیرا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ ان کا معاملہ قانون خداوندی کے سپرد کر دو۔ وہی بتائے گا کہ ان کی اس روش کا نتیجہ کیا ہو گا۔ (3/104 - 30/32)

ان فرقوں کی آبیاری کون کرتا ہے۔ یہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔ سعودی حکومت اور حکومت ایران کے اختلافات کی جنگ وطن عزیز کی سرزمین پر لڑی جا رہی ہے۔ دونوں اپنے اپنے ایجنٹوں کی ہر قسم کی مدد کرتے ہیں۔ اور کہتے یہ ہیں کہ ' اسلام کے دو بڑے مضبوط ہاتھ ہیں۔ ایک شیعہ اور دوسرا سنی۔ اخباری بیان بازی پر جب بات آتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ دونوں کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ یہ اللہ کو بھی دھوکہ دیتے ہیں اور عامتہ الناس کو بھی دھوکہ دیتے ہیں۔ لیکن بقول خداوند قدوس **وما یخدعون الا انفسھم** وہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ دونوں طرف سے آئے دن قتل ہوتے ہیں۔

درج ذیل نقشہ سے آپ باآسانی کسی نتیجہ پر پہنچیں گے۔ آجکل کچھ ایسی صورت ابھر کر سامنے آ رہی ہے۔ آئندہ پچاس سال میں پندرہ بیس مزید فرقوں کو اس میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ سردست جماعت اسلامی جس کے بانی مودودی مرحوم تھے' بھی

ایک مذہبی فرقہ بنتا جارہا ہے۔ مذہبی فرقے اسی طرح بنتے ہیں۔

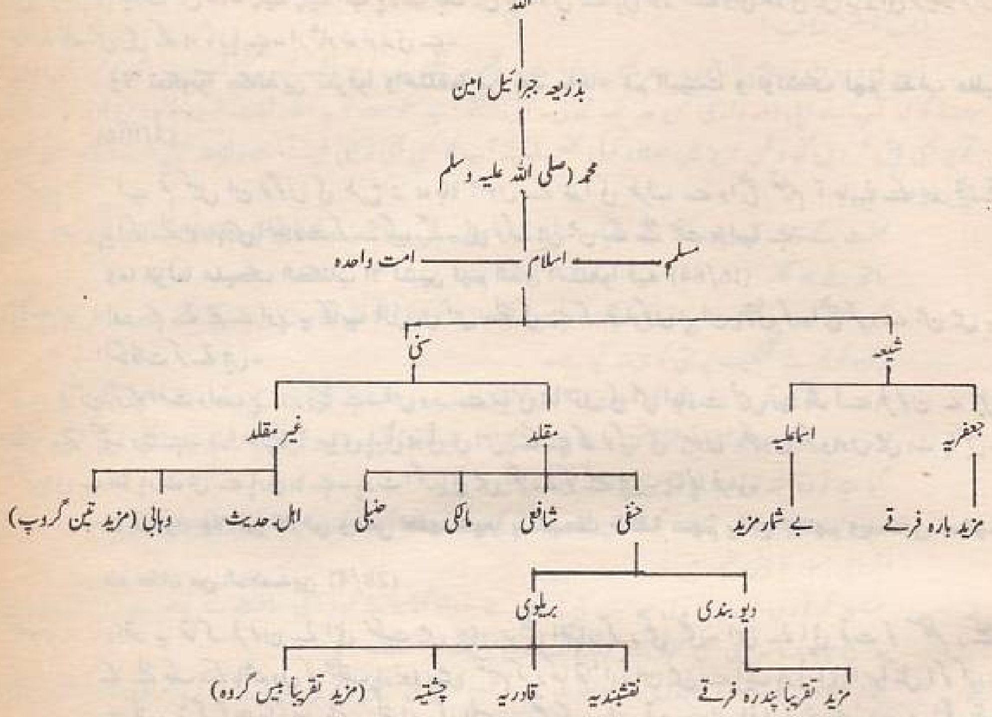

وقت کی کوتاہی کی وجہ سے یہ سلسلہ یہیں ختم کیا جارہا ہے حالانکہ یہ فرقے تہتر سے بھی زائد ہیں اور ان میں ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ جہاں دیگر سفارشات پیش کی جائیں گی ایک یہ سفارش بھی پیش کی جائے کہ جمعہ کے دن لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ خطبوں پر پابندی لگائی جائے۔ آج سے ایک ہزار سال قبل تیار کئے گئے۔ رٹے رٹائے خطبے مسجدوں میں پڑھے جاتے ہیں۔ نہ مولوی صاحبان کو یہ علم ہے کہ اس کا مقصد کیا ہے اور نہ ہی عوام کو یہ شعور ہے کہ ان خطبوں کا مطلب کیا ہے۔ بس ایک Routine ہے جسے پورا کیا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس روٹین کے خوشگوار نتائج سامنے نہیں آتے اور اب تو مائیں بچوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے دبے الفاظ میں منع کرتی ہیں حکومت جہاں دیگر کام کرے گی ان میں سے ایک یہ بھی ہو کہ کفر کے فتوؤں کے بازاروں میں مندے کے رجحان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور تیزی کی حوصلہ شکنی۔

دنیا کے دوسرے ممالک میں آخر یہ فرقہ بندی کیوں زوروں پر نہیں ہے۔ کیا پاکستان کی سرزمین فرقہ واریت کے لئے بڑی زرخیز ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ فرقہ واریت کا یہ سیلاب 1970ء کے بعد بڑی تیزی سے پھیلا ہے۔ حکومت اپنے طور پر تمام مذہبی اصطلاحات کی جامع تشریح کرے تاکہ ہر شخص اپنی صوابدید کے مطابق اس کی تشریح نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ فرقہ واریت تیزی سے پھیل رہی ہے۔ حکومت اگر کبھی ان اصطلاحات یعنی صلوٰۃ، زکوٰۃ، ثواب، صوم، حج وغیرہ کی تشریح کرے تو صرف اور صرف قرآن کریم کو معیار سمجھا جائے۔ اسی طرح وہ تمام تہوار جن کا کہیں بھی وجود نہیں ان تہواروں کو منانے کی

حوصلہ شکنی کی جائے۔ یہ کل ہی کی بات ہے کہ ملک میں "عید میلاد النبی" کا جلوس غالباً" سب سے پہلے لاہور میں مولوی احمد علی مرحوم کی قیادت میں نکلا۔ چلتے چلتے اب پورے ملک میں یہ جلوس نکلتے ہیں اور آنے والی صدی میں یہ مذہبی فریضہ قرار پا جائے گا۔ بس یہی کچھ ہوتا رہا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ماجاء هم البینت و اولئک لهم عذاب عظیم

(3/104)

مفہوم :- اب تم کہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے خدا کی طرف سے واضح تعلیم آ جانے کے بعد فرقے پیدا کرلئے اور باہمی اختلافات کرنے لگ گئے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے سخت عذاب ہے۔

وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لهم الذی اختلفوا فیه (16/64)

مفہوم :- اور ہم نے تیرے اوپر یہ کتاب نازل ہی اس لئے کی ہے کہ تو لوگوں پر ان باتوں کو واضح کردے جن میں یہ اختلافات کرتے ہیں۔

قرآن کریم امت واحدہ پر زور دیتا ہے۔ اس وجہ سے سیاسی جماعتوں کی بھی اجازت نہیں دیتا بلکہ اسے فرعون کے عمل کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے۔ ذرا سوچئے ! سیاسی پارٹی ہوتی ہی اس لئے ہے کہ لوگ کئی حصوں' ٹکڑوں' گروہوں میں بٹ جائیں۔ انگریزی کے لفظ پارٹ ہی سے پارٹی بنا ہے۔ پارٹ انگریزی میں ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

ان فرعون علا فی الارض وجعل اهلها شیعا یستضعف طائفة منهم یذبح ابنائهم ویستحی نسائهم انه کان من المفسدین (28/4)

مفہوم :- واقعہ یہ تھا کہ فرعون نے اپنی مملکت میں بڑی سرکشی اختیار کر رکھی تھی۔ اس نے اپنی قوت کو مستحکم رکھنے کے لئے ملک کے باشندوں کو مختلف پارٹیوں میں تقسیم کر رکھا تھا' اور ان میں سے ایک پارٹی (بنی اسرائیل) کو کمزور سے کمزور تر کرتا چلا جاتا تھا۔ اس لئے اس کی پالیسی یہ تھی کہ وہ اس قوم کے ان افراد کو جن میں جوہر مردانگی نظر آتا' ذلیل و خوار کر کے غیر موثر بنا دیتا تھا اور جو ان جوہروں سے عاری ہوتے' انہیں ابھارتا اور آگے بڑھاتا رہتا۔ اس طرح وہ اس قوم کے اندر ناہمواریاں پیدا کر کے ان کی قوت کو توڑتا چلا جاتا۔ (2/49 - 7/141 - 40/25)

اور یہ بات ایک فرعون پر ہی منحصر نہیں تھی۔ ملوکیت کا خاصہ ہی یہ ہوتا ہے۔ (27/34) اور فرعون بھی ان ہی میں سے تھا۔

دین کا نظام کیسے قائم ہو گا۔ یہ اسی صورت میں قائم ہو سکتا ہے جب حکمران طبقہ اپنے مفادات کو بالائے طاق رکھ دے اور خلوص دل سے اس کی طرف پیش قدمی کرے اور یہ یقین محکم ہو کہ ہم نے روز حشر اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔

جناب جسٹس صاحب !

میں نے اپنی گذارشات میں کسی فرقہ کو ہدف تنقید نہیں بنایا۔ اس لئے کہ قرآن کریم وہ محکم اصول فراہم کرتا ہے جن کی بنیاد پر ایک نظام کا قیام وجود میں آتا ہے۔ اسے کسی شخصیت' فرقہ' گروہ' پارٹی اور جغرافیائی حدود سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم آئے دن شخصیات کو آسمان پر چڑھائے رکھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ شخصیت خود کو عام لوگوں سے ماورا سمجھنے لگتی ہے۔ بعد از مرگ اس کی قبر پرستی ہوتی ہے' اسکی مدحت کی جاتی ہے' قصیدے کہے جاتے ہیں۔ کسی کو یہ علم بھی نہیں ہوتا کہ خود بارگاہ ایزدی میں اس شخصیت کا مقام کیا ہے۔ شخصیات تو ایک طرف ہمارا یہ ایمان ہے کہ روز حشر حضور ﷺ سے کسی قسم کی بازپرس نہیں ہوگی۔ لیکن دیکھتے ہیں کہ خود حضور ﷺ اپنے متعلق کیا فرماتے ہیں اور یہ قرآن کریم کے کئی مقامات پر مختلف

الفاظ میں موجود ہے۔ کم از کم اس ایک آیت کو سامنے رکھ کر ہمیں شخصیات کو میزان قرآن میں تولنا چاہیئے۔ فرمایا۔

انی اخاف عذاب یوم عظیم

میں اس قیامت کے عذاب عظیم سے بہت خوفزدہ ہوں۔

جناب جسٹس صاحب!

آپ کی ذمہ داری عام انسانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ مجھے یہ لکھنے میں کوئی باک نہیں کہ آپ سے بھی یوم حشر سوال کیا جائے گا کہ آپ نے اپنی ذمہ داری کس حد تک نبھائی۔ اس لئے آپ حکومت کو یہ سفارشات ضرور پہنچادیں اور ساتھ ہی یہ تجویز بھی پیش کر دیں کہ وطن عزیز میں موجود کوئی شخص اپنے آپ کو کسی بھی مذہبی فرقے سے وابستہ نہیں کرے گا۔ مزید تجاویز پیش خدمت ہیں۔

1 مملکت کے جملہ کاروبار کے لئے معیار صرف اور صرف قرآن حکیم ہو گا۔ جزئیات کا تعین وقت اور حالات کے ساتھ طے ہو گا۔

2 کسی بھی طور پر شخصیت پرستی کی اجازت نہیں دی جائے گی بلکہ قرآنی نظام ربوبیت کے لئے جدوجہد کی جائے گی کہ قران کریم نے شخصیت پرستی کو ناپسند کیا ہے۔

3 موجودہ حالات کو سامنے رکھ کر احادیث' تاریخ' فقہ اور جدید علوم کو قرآن کریم کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے گا اور جہاں جہاں جو جو تبدیلی متقاضی ہو بلا چون وچرا کردی جائے گی۔ یہ روش ختم کردی جائے کہ کوئی طریقہ پرانا ہو گیا ہے تو وہ مقدس ہے اور اس میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔

4 دین اور دنیا کی اس ثنویت کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔ کیونکہ قرآن کریم کے نزدیک دنیاوی امور ہی دراصل اخروی امور کا پیش خیمہ ہیں۔

5 مساجد کو فوری طور پر مولوی صاحبان کی گرفت سے آزاد کیا جائے اور اپنی ساخت کے لحاظ سے اس میں یکسانیت پیدا کی جائے تاکہ کسی بھی مسجد سے فرقہ واریت کی بو تک نہ آئے۔

6 تمام سکولوں' مدرسوں' کالجوں اور جامعات میں قرآن کریم کی تعلیم عام کی جائے۔ اوائل عمری سے قرآن کریم پر غور و فکر کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ خود قرآن کا ارشاد ہے۔

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا

آپ قرآن پر غور و فکر کیوں نہیں کرتے کیا تمہارے دلوں کو تالے لگے ہیں۔

7 مخصوص مذہبی لباسوں پر پابندی عائد کی جائے۔

8 غیر ممالک سے مذہب کے نام پر حاصل ہونے والی امداد کی سختی سے حوصلہ شکنی کی جائے۔

9 مذہبی فسادات میں ملوث افراد کو کسی صورت میں معاف نہ کیا جائے اور کڑی سے کڑی سزا دیجائے اس کے لئے قانون سازی کی اشد ضرورت ہے۔

10 مذہبی تہواروں کو انتہائی محدود کیا جائے۔ کوئی بھی فرقہ اپنا مذہبی تہوار (رسومات) اپنے اپنے عبادت گاہوں میں ادا کرے۔

11 اہل تشیع کے ذکر اذکار' محافل' جلوس صرف امام باڑوں تک محدود کر دیئے جائیں۔

12 آبادی کے سیلاب پر فوری طور پر پابندی عائد کی جائے بلکہ اس کے لئے مناسب قانون سازی کی جائے۔

13 کسی بھی مسجد کے مولوی صاحب کے ذریعہ معاش کی معلومات کی جائیں اور قرآن جس رزق کریم کی بات کرتا ہے وہ ان کے لئے مہیا کیا جائے تاکہ مولوی صاحبان کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔ چونکہ وہ بچپن ہی سے پرائے ٹکڑوں پر

درس نظامی کے علم کا حصول کرتے ہیں جس سے انکی ذات پر معاشرے کے خلاف منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں جو بعد از دستار بندی معاشرے سے انتقام لینے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

14 ہر تھانے کی حدود میں موجود مذہبی عبادت گاہوں کا مکمل ریکارڈ موجود ہونا چاہئے تاکہ کسی بھی مذہبی پیشوا کی تقاریر کا نوٹس لیا جاسکے۔

15 مساجد میں لاؤڈ سپیکروں پر سخت پابندی عائد کی جائے۔

16 مساجد میں جمعہ کے خطبوں میں یکسانیت پیدا کی جائے ایک ایک ہزار سال کے پرانے خطبے جو دور ملوکیت کے تیار کردہ ہیں' کو فوری طور پر تبدیل کیا جائے۔ یہ تجربہ ملک کے فوجی مساجد میں کامیاب ہے۔

17 حکومت کی اجازت کے بغیر کوئی بھی مذہبی عبادت گاہ تعمیر نہ کی جائے۔

18 ملک میں ہزاروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے مذہبی جامعات کے اجراء پر پابندی لگائی جائے کیونکہ ہر سال ایک سروے کے مطابق دس ہزار "دستار بند" درس نظامی کی تکمیل کے بعد نکلتے ہیں جو سیدھا کسی مسجد کا رخ کرتے ہیں۔ مساجد میں جو کچھ ہو رہا ہے حکومت اس سے باخبر ہے۔ یہ دستار بند کسی بھی فنی کام سے نابلد ہوتے ہیں اور صرف پنج گانہ کی ادائیگی کا معاوضہ مختلف شکلوں میں وصول کرتے ہیں۔

19 کفر کے فتوؤں کے اجراء پر سخت پابندی لگائی جائے اور اس کے لئے باقاعدہ قانون سازی کی جائے کہ کسی کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا حق صرف اور صرف قرآنی حکومت کا ہے یہ حق عام لوگوں یا مولویوں کو حاصل نہیں ہے۔

20 سرکاری ذرائع ابلاغ پر فرقہ واریت کی نشرو اشاعت پر پابندی لگائی جائے۔

ابھی ابھی فرنٹیر پوسٹ پشاور میں چھپی ایک تصویر نظر سے گزری ہے۔ جس میں فوجی دستے راولپنڈی میں عاشورہ محرم کے موقعہ پر گشت کر رہے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ دین اس لئے آیا تھا؟

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

اعتذار

جولائی 98ء کے شمارہ میں ایک مضمون بعنوان "اور جب بولی دیکر مسلمان فروخت کر دیئے گئے" شائع ہوا ہے جس کے مندرجات مضمون نگار علامہ رحمت اللہ طارق صاحب کے اپنے خیالات ہیں' مجلّہ طلوع اسلام کا ان سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ مدیر طلوع اسلام اس وضاحت کے درج نہ ہونے پر معذرت خواہ ہے۔ مدیر طلوع اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر شبیر احمد (فلوریڈا، امریکہ)

ہندو بم اور ہم

جس نے دشمن کو پہچانا
وہ دیوانہ بھی فرزانہ

صاحبو! ہندوؤں کی تاریخ "بھان متی کا پٹارہ" ہے۔ یہ کس نے فرمایا؟ آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو نے! بھان متی کے اس پٹارے نے 3000 برس میں صرف ایک فلاسفر پیدا کیا ہے (ہندو کو یہ تسلیم ہے کہ تاریخ اس کے مزاج سے لگا نہیں کھاتی) بہرکیف جو فلاسفر ہندو تاریخ میں چمکا نام تو اس کا چانکیہ تھا لیکن وہ اپنے آپ کو بڑے فخر سے "کوٹلیا" کہا کرتا تھا؟ "یعنی مکار، فریب کار، دھوکے باز!۔ اور آج اتنے ہی فخر سے ہمارا رام راج والا پڑوسی اسے بڑے پیار سے "کوٹلیا" زیادہ اور "چانکیہ" کم کہتا ہے۔ یہ کوٹلیا صاحب مہاراجہ دھیراج چندر گپت کے وزیراعظم تھے۔ وہ چندر گپت جس نے 320ء سے 335ء تک اپنی بھارت ماتا پر حکومت کی یا یوں کہئے کہ ان پندرہ سالوں میں بھارت ماتا نے کوٹلیا جی کی غلامی کی۔

کوٹلیا نے اصول سیاست پر سنسکرت زبان میں ایک شاہکار تصنیف فرمایا، "ارتھ شاستر" اس شاہکار کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ سیاست کے جو آٹھ اصول ارتھ شاستر میں بیان ہوئے ہیں انہیں سنئے اور سر دھنئے۔ کوٹلیہ مخاطب ہے مہاراجہ سے:

1- دیکھنا مہاراج ادھیراج! ملک گیری کی ہوس کبھی ٹھنڈی نہ ہونے پائے۔

2- ہمسایہ ملکوں کو ہمیشہ دشمن سمجھا جائے۔

3- غیر ہمسایہ ملکوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے جائیں۔

4- دوستی میں ہمیشہ اپنی غرض پیش نظر رہے۔

5- بہانے ڈھونڈ ڈھونڈ کر جنگ کی چنگاریاں سلگائی جاتی رہیں۔

6- ہمسایہ ملک میں اپنے آدمی داخل کر کے ہر طرح کی تخریبی کاروائیاں اور فکری انتشار پیدا کرنے کی مہم جاری رکھی جائے۔ یہ سب کچھ مسلسل اور متواتر ہونا چاہیے۔

7- دوسرے ملکوں کے غداروں کو ہر قیمت پر خریدنے کی کوشش کی جائے۔

8- مہاراج ادھیراج! یاد رکھئے کہ امن کی زندگی آپ کے لئے موت ہے۔ ساری دنیا مل کر تمہیں عدم تشدد پر مجبور کرے تو بھی امن کا خیال دل میں نہ لانا۔

صاحبو! بھان متی کا پٹارہ (ہندو تاریخ) مہاراجہ چندر گپت اور کوٹلیا کے زمانے کو "ست جگ" یعنی سچائی کا زمانہ کہتی ہے۔ ہندو کے بقول اب تو کئی صدیوں سے "کل جگ" یعنی جھوٹ کا زمانہ چل رہا ہے۔ کوٹلیا جی کے ارشادات "ست جگ" میں نازل ہوئے تھے۔ "کل جگ" میں یہی ارشادات گویا وہی کریلا گر نیم چڑھا! صاحبو ہم آپ کو ہی نہیں مہاشے جی کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ آزاد ہندوستان کی 50 سالہ تاریخ پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈال کر دیکھیں کہ کیا وفاداری نبھائی ہے اہل ہند نے مہاتما کوٹلیا جی کے ساتھ۔ دیکھئے کیا آج ہندوستان کی سیاست

ان ہی اصولوں کے گرد نہیں گھومتی؟ سیکولرزم کا دعویٰ کرنے والا ہندوستان اتنی کٹر ہندو ریاست ہے جس کے آگے دنیا بھر کے بنیاد پرست رندوں کی طرح کشادہ دل اور وسیع المشرب نظر آتے ہیں۔ دنیا کی سب سے زیادہ سخت اور مذہبی قوم کونسی ہے؟ نہ یہودی نہ عیسائی نہ مسلمان۔ پارسی نہ بدھ نہ سکھ نہ جین نہ رزتشت۔

مغربی اسکالرز کہتے ہیں کہ سب سے کٹر مذہبی قوم ہندوستان کا ہندو ہے۔ آتما والے گاندھی جی نے فرمایا "میں ویدوں' اپنشدوں پرانوں اور ہندوؤں کی سب مذہبی کتابوں کو دل و جان سے مانتا ہوں۔ میرے جسم کا رواں رواں ہندو ہے۔ گئو رکھشا (گائے کی حفاظت) میرے دھرم کا جزو ہے۔ ہم عیسائیوں اور مسلمانوں کو تلوار کے زور سے گئو رکھشا پر مجبور کر دیں گے" (ینگ انڈیا 1921ء اور اسٹیٹس مین 1918ء)

"ہندوستان' نظریئے اور عمل دونوں اعتبار سے ایک ہندو اسٹیٹ ہو گی جس کا مذہب ہندو ہو' کلچر ہندو ہو اور حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو" (ڈاکٹر رادھا کر جی' نائب صدر ہندو مہاسبھا 1938ء)

"برصغیر میں رہنے والا ہر شخص ہندو ہونا چاہئے" (اخبار اسٹیٹس مین 1939ء)

"مجھے میرے دھرم کی قسم میں اس کے لئے اپنی جان تک دے سکتا ہوں" (آتما والے گاندھی' اخبار ہری جن 1946ء) فلم "گاندھی" میں آتما والے کہتے دکھائے گئے ہیں کہ میری ایک آنکھ ہندو ہے اور دوسری آنکھ مسلمان۔

"گئو ہتیارے (گائے کو ذبح کرنے والے) کو سیسے کی گولی سے اڑانے کا حکم شاستروں میں آگیا ہے" (اخبار "ملاپ" 1921ء) اخبار نے یہ نہیں لکھا کہ یہ وحی کونسے مہاتما پر نازل ہوئی ہے۔

"اذان اور نماز کے وقت مسجد کے آگے باجا بجانا ہر ہندو کے دھرم کا حصہ ہونا چاہئے" (لالہ ہردیال 1925ء)

"بھارت ماتا کے مسلمانوں کا ایک ہی مستقبل ہے کہ وہ دوبارہ ہندو ہو جائیں۔ شما کیجئے! ایک اور مستقبل بھی ہے کہ انہیں مٹی میں دبا دیا جائے" (مہاشا کرشن: اخبار پرتاب 1930ء)

"1894ء میں گنپتی کے جو میلے ملک بھر میں شروع کئے گئے تھے انہیں پھر سے جاری کرنا چاہئے" (سردار ولبھ پٹیل 1940ء)

صاحبو! گنپتی کے یہ میلے کیا ہوتے تھے؟ ہندو دیوتا گنپتی کی پوجا کے ساتھ ساتھ انتہا سے زیادہ انتہا پسند مرہٹہ سردار سیوا جی کے اعزاز میں دھما چوکڑی! ان میلوں میں شریک ہندوؤں کو گتکا بازی یعنی لاٹھی گھمانا سکھایا جاتا تھا تاکہ موقع ملتے ہی مسلمانوں کو اپاہج بنایا جا سکے۔ دس دن تک ہندو نوجوانوں کے جتھے مسلم دشمن اشلوک گاتے پھرتے تھے۔ ان اشلوکوں میں کہا جاتا تھا کہ گائے ذبح کرنے والوں کو ذبح کر دو اور مسلمانوں کی عبادتوں میں ہر ممکن طریقے سے رکاوٹ ڈالو۔ انہیں نماز پڑھنے' مسجد جانے سے روکو۔

"ہمارے دیس میں چھٹا حصہ اچھوت ہری جنوں کا ہے۔ دیکھنا کہیں یہ مسلمان نہ بن جائیں۔ ان کی سدھار کا کام صرف ہندو کریں" (آتما والے گاندھی 1924ء)

"اگر ہم نے اسلام کے روڑے کو نگل لیا تو ہمیشہ ہمارے پیٹ میں درد رہے گا" (مہاشہ کرشن' 1932ء)

"ہماری اسکیم یہ ہے کہ جناح کو پاکستان بنا لینے دیں پھر معاشی' فوجی اور ہر طرح کے ڈھنگ سے پاکستان کو ہندوستان میں جوڑ کر اکھنڈ بھارت بنا لیں" (جواہر لعل نہرو 1947ء)

"میں مسلمان کے ہاتھ کا دودھ کا پیالہ پینے سے اپنا پیشاب پینا بہتر سمجھتا ہوں" (مرار جی ڈیسائی 1950ء) یہ وہی ڈیسائی صاحب ہیں جو آگے چل کر بھارت کے وزیراعظم بنے اور اپنی طویل عمر اور صحت کا راز بھی

بتاتے رہے کہ وہ صبح اٹھتے ہی اپنا پیشاب پیتے ہیں۔

"ارجن کے دس سر اور بیس ہاتھ تھے۔ کیا مسلمانوں کا کوئی ہیرو دو سر اور چار ہاتھوں والا بھی گزرا ہے؟ (دیوان چمن لال)

"جب تک ہندوستان اسلام سے پاک نہیں ہو گا ہمیں کبھی چین سے سونا نہیں ملے گا" (اخبار تیج 1925ء)

"ہندو تہذیب کے علاوہ کسی تہذیب کے لئے ہمارے دیس میں اب کوئی جگہ نہیں" (مسٹر شکلا' وزیر اعظم سی پی' دسمبر 1948ء)

"جن سنگھ اور آر ایس ایس جیسی کٹر ہندو جماعتوں کو پس پردہ کانگریس کی پوری تائید حاصل ہوتی ہے" (نراو سی چودھری 1968ء) (یہ تھیں صرف چند جھلکیاں!)

صاحبو! ان حالات میں ہم کیا کریں؟

دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر

صاحبو! آپ نے ہندو تنظیموں اور لیڈروں کے ارادے اور ان کے جذبات ملاحظہ فرما لئے۔ "ہندو بم" ان ہی ناپاک ارادوں کی تکمیل کی جانب ایک قدم تھا۔ رب کریم کا بڑا فضل اور رحمت اللعالمین ﷺ کی رحمت ہے کہ ہم اہل پاکستان کو اپنی تمام تر کوتاہیوں کے باوجود یہ توفیق عطا ہوئی کہ ہم نے بروقت ایٹمی قوت حاصل کر کے ہندو کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

(بشکریہ ہفت روزہ فیملی میگزین' 19 تا 25 جولائی 1998ء)

تفصیل عطیات برائے ختم نبوت فنڈ

نمبر شمار	نام معطی صاحبان	رقم
-1	محترم جاوید اقبال چک نمبر 96' L 15 (میاں چنوں)	=/50 روپے
-2	محترم حاجی سلطان محمد بذریعہ بزم طلوع اسلام (ایبٹ آباد)	=/4,000 روپے
-3	محترمہ ثوبیہ عزیز صاحبہ (لندن)	=/2,000 روپے
-4	محترم شیر محمد صاحب (کوہاٹ)	=/1,000 روپے
-5	محترم عبدالکریم جیلانی بذریعہ بزم طلوع اسلام کورنگی (کراچی)	=/25 روپے
-6	محترم محمد اشرف رانا (سیالکوٹ)	=/100 روپے
-7	محترم محبوب حسین نیئر (عمان)	=/1500 روپے

عطیات براہ راست اکاؤنٹ نمبر 35-4107 حبیب بینک لمیٹڈ مین مارکیٹ گلبرگ برانچ لاہور میں بھی بھجوائے جا سکتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر زاہدہ درانی
ایگزیکٹو ہیڈ
طلوع اسلام ٹرسٹ

DARS-E-QURAN

(Recorded Lectures of Allama Ghulam Ahmad Parwez ®

BOOKS AND MAGAZINE TOLU-E-ISLAM ARE ALSO AVAILABLE AT THE FOLLOWING PLACES

DENMARK

Muhammad Afzal Khilji
Gammel Kongevej 47, 3.th., 1610 Kobenhavn V

Last Sat
1900 Hrs

KUWAIT

Flat No. 6, Floor No. 3
Taher Bu Hamad Building Opposite Al-Othman Mosque,
Hawally, Kuwait

Friday
9.30 Hrs.

NORWAY

Galgeberg, 4th floor
Trosvik Snippen.3
1610 Fredrikstad

Sunday.
1200 Hrs

LONDON

76 Park Road Ilford Essex
Phone 0181-553-1896

First Sunday
1430 Hrs.

CANADA

627 The West Mall
Suite 1505 Etobicoke, ONT M9C 4W9
(416) 245-5322 or 620-4471

First Sunday
1100 Hrs.

EVERY SATURDAY (7 TO 8 PM) ON RADIO - DIAL AM-530

پاکستان میں

علامہ غلام احمد پرویزؒ

کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل مقامات پر ہوتا ہے

شہر	مقام	دن	وقت
1- اسلام آباد	بر مکان 302 سٹریٹ 57 - سیکٹر F II/4 رابطہ: جناب انعام الحق ملک صاحب فون: 290900		
2- ایبٹ آباد	234 کے - ایل کیمال - رابطہ: گل بہار صاحب	بروز منگل	4 بجے شام
3- ایبٹ آباد	234 کے - ایل کیمال - رابطہ: شیخ صلاح الدین	ہر روز	بعد عصر
4- اوکاڑہ	بر مکان احمد علی A-180 شادمان کالونی رابطہ: شیخ احسان الحق فون: 520258/520270	جمعۃ المبارک	3 بجے شام
5- بوریوالا	بر مکان محمد اسلم صابر - مرضی پورہ گلی نمبر 5 - رابطہ فون: 55438 پہلا اور تیسرا اتوار		10 بجے صبح
6- بوریوالا	کلینک ڈاکٹر نوید اسلام فون: 54590	دوسرا اور چوتھا جمعہ	ساڑھے 3 بجے
7- بہاولپور	ریحان جیل سٹور مچھلی بازار رابطہ: بشیر احمد فون 876785	جمعۃ المبارک	2 بجے بعد دوپہر
8- بوریوالا	رابطہ محمد اسلم صابر - فون 55438	یکم اکتوبر سے	روزانہ بعد نماز مغرب
9- پشاور	دفتر جناب عبداللہ ثانی صاحب ایڈووکیٹ - کابلی بازار - رابطہ فون - 840945	ہر بدھ و جمعہ	5 بجے شام
10- پشاور	اکبر پورہ - محلہ گڑھی زرداد رابطہ: محترم لیاقت علی طاہر فون: 2970190	بروز ہفتہ	8 بجے شام
11- پشاور	بر مکان ابن امین فقیر آباد	جمعۃ المبارک	4 بجے شام
12- پیر محل	مکان نمبر 140/139 - مدینہ پارک	ہر ماہ پہلا اتوار	9 بجے صبح
13- پنج کسی	بر مطب حکیم احمد دین	جمعۃ المبارک	3 بجے شام
14- جہلم	بر مکان محترم قمر پرویز مجاہد آباد 'جی - ٹی روڈ	جمعۃ المبارک	4.30 بجے شام
15- جلالپور جٹاں	یونائیٹڈ مسلم ہسپتال	جمعرات	10 بجے صبح
16- چنیوٹ	ڈیرہ میاں احسان الٰہی کونسلر بلدیہ پیر عبث بازار	جمعۃ المبارک	بعد نماز جمعہ
17- چک 215 ای - بی	شاہین پٹرولیم	اتوار	9 بجے صبح
18- حیدر آباد	B-12 قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر رابطہ فون - 654906	جمعۃ المبارک	بعد نماز عصر
19- راولپنڈی	بمقام E-47/4385 اپر سٹوری ہائی وے آٹوز نزد پل لئی گوالمنڈی راولپنڈی فون: 74752	جمعۃ المبارک	4.30 بجے شام
20- سرگودھا	60- اے سول لائنز' ریلوے روڈ - رابطہ فون: 720083	جمعہ	5 بجے شام
16A- سرگودھا	B-4 گلی نمبر 7 بلاک 21 نزد مکی مسجد چاندنی چوک رابطہ: ملک محمد اقبال فون (71233)	منگل	7 بجے شام

شہر	مقام	دن	وقت
22- فیصل آباد	23- سی پیپلز کالونی (نزد تیزاب مل) رابطہ: ڈاکٹر محمد حیات ملک- فون: 720096	ہر جمعۃ المبارک	3.30 بجے شام
23- کراچی	کراچی سی بریز' روم نمبر 105 شارع فیصل رابطہ شفیق خالد- فون: 021-713575	اتوار جمعہ	9.30 بجے صبح 5 بجے شام
24- کراچی	ڈبل سٹوری نمبر 16 گلشن مارکیٹ' 36/C ایریا کورنگی 5 رابطہ محمد سرور' فون: 5046409-312631 درس کے علاوہ بھی لائبریری کھلی رہتی ہے-	اتوار بروز جمعہ	11.30 بجے صبح بعد نماز مغرب
25- کراچی صدر	ہوٹل جبیس ہال- عبداللہ ہارون روڈ کراچی رابطہ: محمد اقبال' فون 5892083	اتوار	10 بجے صبح
26- کوہاٹ	بر مکان شیر محمد' نزد جناح لائبریری	اتوار	8 بجے صبح
27- کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ- رابطہ فون: 825736	اتوار	4 بجے شام
28- گوجرانوالہ	شوکت نرسری گل روڈ' سول لائنز	جمعۃ المبارک	بعد از نماز جمعہ
29- گجرات	مرزا ہسپتال' کچہری روڈ	جمعرات	3 شام
30- گھوئینکی' سیالکوٹ	بر مکان محمد حسین گھمن	ہر ماہ پہلا اتوار	صبح 9 بجے
31- لاہور	25- بی گلبرگ II (نزد مین مارکیٹ)	اتوار	9:30 بجے صبح
32- لاڑکانہ	بر مکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ مسجد محلہ جاڑل شاہ رابطہ فون: 42714	جمعۃ المبارک	بعد نماز عصر
33- ملتان	شاہ سنز بیرون پاک گیٹ	جمعہ	ساڑھے 5 بجے شام
34- ماموں کانجن	بر مکان ڈاکٹر (ہومیو) محمد اقبال عامر چک 509 گ ب رابطہ فون: 345-04610	جمعۃ المبارک	بعد نماز جمعہ
35- منگورہ سوات	ذرہ اقبال اورلیس' عقب مہران ہوٹل گرین چوک فون- 710917	ہر دوسرے جمعہ	2 بجے دوپہر
36- نواں کلی	رابطہ لیکچرار- ایم- طارق	اتوار	صبح 10 بجے
37- رانی پور	اوطاق ڈاکٹر سلیم سومرو سومرو محلہ رابطہ شفیع محمد سومرو	جمعۃ المبارک	بعد نماز عشاء
38- واہ کینٹ	بر مکان محمد اکرم خان 21-FC/231	بروز بدھ	چھ بجے شام

علامہ غلام احمد پرویزؒ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے- تحریک طلوع اسلام سے متعلق استفسارات مندرجہ بالا مقامات پر موجود کارکنان تحریک کے حوالہ کیجئے- جواب ادارہ سے براہ راست دیا جائیگا-

understand what leadership is all about. We have "leaders" who are thrown up on the power of landed estates or because they are scions of opulent big businessmen. In the same context it may be mentioned that none of the leaders and scholars mentioned above had a political back ground, that is none had their fathers and grandfathers in power, sitting pretty as MNAs and MPAs, plucking at the resources of the land. Theirs was a self-made niche in the history of humankind and they will live as such. This is to say that feudalism and feudal decadent values must go if we are to have a future and respectability in the comity of nations, nay, if we are to fulfil the Quranic objective of safeguarding humanity against injustice and exploitation.

The Quran emphasises that all hurdles and difficulties have to be overcome with steadfastness and hard work. Life is constant tension but the burden is lightened with hard work. (94/5-7).

In the end, let me say it once again: The feudals and big business cannot do it. They capture power only to maintain the status quo. and the rest is all a façade and a drama in the name of democracy.

ختم نبوت فنڈ کا قیام

طلوع اسلام عقیدہ ختم نبوت کو دین کی اصل اور اسلام کی اساس سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں ہو سکتا۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ختم نبوت کا اعلان دراصل نوع انسان کی آزادی کا اعلان ہے۔ انسانی اختیار و ارادہ پر جس قدر پابندیاں عاید کرنی مقصود تھیں ان سب کی صراحت قرآن مجید میں کر دی گئی ہے۔ اور اس امر کی ضمانت دی گئی ہے کہ ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کر سکتا۔ یہ ضمانت نوع انسان کے لئے بہت بڑی رحمت ہے کیونکہ اس کی رو سے انسان اپنی آزادی کی طرف سے حتمی اور یقینی طور پر مطمئن ہو جاتا ہے۔

علامہ غلام احمد پرویز نے اپنی معرکہ آرا تصنیف "ختم نبوت اور تحریک احمدیت" میں اس موضوع پر نہایت مدلل اور پرمغز بحث کی ہے۔ اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر ادارہ طلوع اسلام نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کی وسیع پیمانے پر اشاعت کر کے مفت تقسیم کیا جائے تاکہ اس سے زیادہ سے زیادہ لوگ استفادہ کر سکیں اور دوسرے یہ کہ عقیدہ ختم نبوت سے متعلق طلوع اسلام کے نقطہ نظر کے بارے میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان کی وضاحت ہو جائے۔ اس کام کے لئے بہت ساری رقم درکار ہے جو کہ تحریک طلوع اسلام کی مالی استطاعت سے باہر ہے۔ لہذا ختم نبوت کے نام سے فنڈ قائم کیا گیا ہے اور طلوع اسلام کے تمام کرم فرماوں سے استدعا کی جاتی ہے کہ وہ اس فنڈ میں شامل ہوں۔ چندہ دیں تاکہ اس کام کو خوش اسلوبی سے سر انجام دیا جا سکے۔ آپ اپنے عطیات ادارہ طلوع اسلام یا طلوع اسلام ٹرسٹ، ختم نبوت فنڈ کے اکاؤنٹ میں بھجوائیں۔ تحریک آپ کے تعاون کے لئے ممنون رہے گی۔

feudal lord measure upto his stature as a concerned man, leave alone struggling for the people or an idea.

Similarly, Muhammad Iqbal was no son of a feudal or successor to a sprawling big business empire. Born and brought up in Sialkot, a small city, Iqbal belonged to a middle class family. His father made a small income in business, making caps for 'burqas' and woolen shawls. To augment his income he got himself attached to Deputy Wazir Ali Bilgrami as a tailor, but there was not much work to be done, so he left. Though he made a goodly income at some stage, on the whole it was inadequate. The family was dependent on the eldest brother Sheikh Ata Muhammad, and he helped educate Iqbal in Sialkot and then in Lahore. He was also supportive when Iqbal sailed to Europe for higher education. Had it not been for him, his education could have been discontinued. On his return Iqbal had to struggle to settle down as a lawyer and his financial constraints are part of the history that this greatest of scholars of this century helped to mould.

Muhammad Ali Jinnah, the son of a businessman, sailed to London at the age of sixteen. He soon suffered a set-back when his father went bankrupt. He worked his way through to educate himself, even performing in the Shakespearean theatre. On his return after four years at the age of twenty, began a long drawn out struggle for financial security. Being the eldest child, his responsibilities were manifold in the context of South Asian family pattern. For three years he traversed the streets of Karachi to no avail, so much so, that he moved to Bombay. The struggle continued and the neighbours remembered a tall thin man in a long yellow coat walk down the street in search of a job. Self-confident and hard working he established himself as one of the leading lawyers of the country and helped his sisters and brothers to settle down. Thus it was after ten years struggle from 1896 to 1906, that he entered politics and joined the All India Congress, beginning a journey that hid tremendous portends for the future.

G.A. Parwez, the outstanding student of Iqbal and a scholarly associate of Jinnah, fought an ideological battle against the priesthood that opposed the establishment of Pakistan. With his command over eastern and western philosophy and modern exigencies of the time, he continued his campaign against the vested interests and their allies after independence.

Parwez's struggle was no less than the others, with a learned grandfather who had lost his property to a wily brother, he was highly motivated academically. But when it came to buying text books, the family could not afford it. So he borrowed them from his class mates and copied them by hand. What is more, this feat was accomplished under the street lights because there was no electricity in the house. In fact all his reading and studies at this school stage was done like wise. Such is the stuff that heroes are made of.

Whatever I have recapitulated above is common knowledge. The purpose of putting these pieces together briefly is to verify that those born with a silver spoon in their mouth and brought up in an atmosphere of luxury and easy money, fail to

THEY WERE ALL SELF-MADE MEN

By
Shamim Anwar

During the last fifty years we have been through many a crisis. To identify very succinctly the first cause or the root of all the crisis put together, it is the crisis of leadership. For Pakistan this is doubly traumatic, for not only was a new state created with new territorial and ideological frontiers, demanding a very special leadership; it also had to confront the efforts that were afoot to make it still-born by a Hindu-British conspiracy. This crisis has been a continuous one and there seems no sign of it abating. Why? The answer lies in the history of humankind, for history is a laboratory for human action and interaction.

History has proved again and again that feudal structure and the attitudes and values that emanate from it are dehumanising and devoid of heroic and meaningful leadership. It is only when feudalism died and faded away, whether it was in Britain or France., Russia or China, did signs of progress and change show their face. Leadership then emerges through struggle and hard work at the grass-root level and by sheer dint of merit. It is then that inner potentials and talents for leadership and scholarship (or any other area of human activity) finds full expression. Such were the self-made men who led the Pakistan Movement.

Now, have a look at Sir Syed Ahmed Khan. Although his forefathers had links with the Mughal Court, Syed Ahmed was born at a time when this court was at its lowest ebb, the Emperor himself a pensioner of the East India Company, Delhi having been conquered in 1803. When 17 years old, he lost his father, so much so, that he had to give up his academic preoccupations and look around for a job to support himself and his family. He found one as a `munsif' in the East India Company. He was posted away from Delhi in various cities from time to time, but later when posted in Delhi, he revived his educational pursuits, for the city flourished and abounded in many literary and academic luminaries, His main interest at the time was history and archaeology. Then came the devastation of the First War of Independence, when Syed Ahmed Khan suffered grievous losses in the death of his mother, an uncle and two cousins. One has only to visualise what that entails in terms of suffering and pain and in his own words, "his hair turned grey over-night". His first reaction was to migrate to Egypt. But on second thoughts he decided to stay back and share the suffering of his people.

His pecuniary position can be estimated from the fact that when he decided to go on a study tour of Britain as a preparation to launch what came to be known as "Aligarh Movement", he sold his belongings including even the kitchen utensils to make it possible. The rest is a Saga of self-study, dedication, hard work and above all, care and concern for his people. The struggle of this all-round genius and the harbinger of Pakistan is a legacy of a self-made man. We do not see any contemporary princeling or a

Suppose somehow all four witnesses appear before the court and one witness during the trial says he did not see the total act of penetration. Not only will the whole case crumble and the defendant discharged on the strength of one admission, but the remaining three witnesses will be charged for falsely accusing the suspect and all three could be sentenced to eighty lashes apiece (Fatawa Alamgiri -- Full Sharia Ordinance details published in Pakistan Times 12th February 1979), Only a fool would put himself in such a predicament.

However, filing a complain of rape without producing four reputable witnesses, tantamount to a self-confession and therefore she is charged of having illicit sexual intercourse. (Ironically, the majority of the Muslim Jurists agree that the raped woman will not be subject to any punishment -- Bidayat al-Mujtahid Vol. II. P-317) But some genius jurists failed to do their `home work' that it is not possible for a woman to rape her self.

Hadood Ordinance is totally flawed and defies all logic but unfortunately it is the law of the land. The whole purpose of the Quranic injunction is to safeguard the status of women in society and to make it difficult for someone to defame her character and escape punishment. Four witnesses are required by the court to prove that a women has been indecent -- it is not the case that four male witnesses are needed to substantiate allegations such as adultery.

****

PROCEEDS OF MONTHLY TOLU-E-ISLAM ARE SPENT SOLELY FOR DISSEMINATION OF QURANIC KNOWLEDGE.

CORROGENDUM

In the month of March 98 issue of "TOLU-E-ISLAM" 1998 the article "Falsification of History" carried the quotation " History will tell lies as usual," by Bernard Shaw. This was mistakenly attributed to his play "Arms and the Man". These words were actually spoken by General Burgoyne (not Napoleon) in another of Shaw's play, namely " The Devil's Disciple." The mistake is regretted. (Editor)

to support their allegations, flog them with eighty stripes and reject their evidence forever after...." (24/4)[3]

Under the current English law (Street Offences Act 1959 -- Police law) only one witness is required, a police constable may arrest any women without warrant, in a public place and with reasonable cause to committing an offence. Whereas Quran demands four witnesses and leaves no room for a wrongful conviction in the first place: ordinarily two witnesses are sufficient in all trials including murder (2/282).

Call it pathetic or sinister of all Hadood Ordinance (Sharia laws), even if one is stupid enough to rape a woman in front of four witnesses, it would be impossible to convict any man of this crime.

You must not be surprised if no one has been stoned to death for a rape in Pakistan, in spite of Shari'a Ordinance in force (Since 10th February 1979). There are hundreds of women in Pakistani prisons awaiting trials for years and how sorry must they feel, after realising that let alone getting "Islamic justice", their ordeal in prison may never end.

The purpose of the Quranic injunction was to protect women and the Hadood Ordinance is designed to do the opposite. As a result of non-compliance to the Quranic teaching, according to Amnesty International, these helpless women are repeatedly raped in prisons on daily basis yet, no man can be prosecuted successfully of raping a woman. Why not -- because a rape victim cannot produce four witnesses. (It needs to be said that since the implementation of this draconian law, not a single man has ever been convicted, on strength of evidence provided by the eyewitnesses in the entire Muslim history).

The forensic science or other medically tried and tested methods to establish whether sexual intercourse has taken place, are not relied upon in the Shari'a court.

One wonders if the "forces of evil" -- the likes of science and technology -- are conspiring against Islam? But if a critic or a non-Muslim laughs at our Shari'a, we will condemn them of not understanding God's wisdom.

---

[3] "Although Zina covers both fornication and adultery, in the opinion of Muslim Jurists, the punishment laid down here applies only to unmarried persons. As for married persons, their punishment, according to the Sunnah of the Prophet (peace be on him), is stoning to death". Commentary on Sura Al-Noor verse four, by Abdullah Yusuf Ali. **(Also read foot note on page 4 for the correct context and translation of the word 'al-Fahisha' -4/15)**

The question which is likely to confront Muslim countries in the near future is whether the law of Islam is capable of evolution - a question which will require great intellectual effort, and is sure to be answered in the affirmative: Provided the world of Islam approaches it in the spirit of **Omar** - the first critical and independent in Islam who, at the last moments of the Prophet, had the moral courage to utter these remarkable words: **"The Book of God is sufficient for us"**. -(Reconstruction of Religious thought in Islam) by Dr. Muhammad Iqbal -P.15.

witnesses to testify her claim otherwise she risks being jailed. The critic with venomous intentional malice was absolutely correct.

This is the Islam projected to the world and you cannot blame non-Muslims to criticise what is mainly believed and perceived to be the true Islam, but the fact of the matter is that this belief has nothing to do with Islamic teachings, as nowhere in the Quran does it state that a raped woman need to produce four witnesses in support of her allegation in a court of law.

The position regarding the four witnesses issue is not complex, as it has been made to look. The Quran states that "*...those who launch a charge against chaste women, and produce not four witnesses (to support their allegations) flog them with eighty stripes". (24/4). "If any of your women are guilty of lewdness, (al-Fahisha) take the evidence of four witnesses....*" (4/15). If a woman is proven guilty after a full and thorough investigation, then Quran prescribes "*...Confine them to houses until death do claim them, or Allah ordain for them some (other) way.* (4/15)

Punishment for indecency is not exclusive to women only as the Holy Quran prescribes punishment for men too (4/15). In fact punishment is more severe for men who are indecent or dishonour women; they can be exiled or even as a last resort executed (33/59-61).

For the context in which we are talking about the Quran specifically addresses men and says should your women commit al-Fahisha then their punishment is house confinement. This clearly (4/15) applies to women who are found guilty of indecency (al-Fahisha) The important point to remember is that there is no mention of a hundred stripes or stoning to death. More importantly in the entire Quran, Allah does not prescribe stoning to death as a punishment for a man or woman for adultery or any other sin.[2]

The verse 4/15 simply means if one witnesses a woman committing lewdness (or any such action leading towards adultery, e.g. loitering or soliciting, etc.). Then evidence of one witness is not sufficient to convict her of the crime.

You will see that the Quran has taken extra ordinary measures to protect the honour of women and therefore as a deterrent it has prescribed humiliating punishment; "*....And those who accuse free women and produce not four witnesses*

---

[2] 'Abu Hurairah reports: That the Prophet (S.A.W.) said'. "Imam Shafi'I, Abu Yusuf and Muhammad (Muslim Jurists) have said that if the offender is married the hadd of stoning to death will be applied, but if he or she is unmarried, only punishment by Ta'azir will suffice". (Shari'ah: The Islamic Law - By Abdur Rahman I. Doi --P. 243).

Nevertheless, some Muslim jurists over a thousand years ago constituted certain laws in accordance to their beliefs, interpretation, experiences and conditions of the time. Perhaps more importantly most of the Muslim sharia laws were made and implemented under the direction or influence of the Muslim monarchs. Therefore these so called Shari'a laws are not based or supported by Qur'anic injunctions and jurisprudence, infact some of the laws are in clear contradiction to the Qur'an but were credited as *Islamic*.

For instance, in 1981 (Daily Nawa'e Waqt Pakistan, 22nd March 1981 and Pakistan Times, 10th April 1981) the Shari'a court of Pakistan concluded that stoning to death was Un-Islamic because it contravene the clear Qur'anic injunction. "The woman and man guilty of fornication, -- Flog each of them with a hundred stripes...." 24/2.

General Zia-Ul-Hug, President and Chief Martial Law Administrator challenged and rejected a decision because in his opinion "The Judges did not do their home work". As a result, Zia dismissed the whole bench and appointed judges of his own choice who predictably overturned the former decision. Zia was said to have been criticised and put under immense pressure by the Saudi ruler to dismiss all judges for setting a wrong precedent.[1]

This example clearly demonstrates how certain man-made laws are constituted and labeled as *Islamic* laws. As a result of this perversion of the belief that laws made by Muslims are in accordance with the Quran and are the *Islamic* teachings, the media in the present day can attack Islam for the Un-Islamic beliefs that were rooted into the Muslim culture by people such as General Zia and other figureheads in the Islamic establishment and can consequently tar all Muslims with the same brush.

An ordinary Muslim cannot offer any resistance to such attacks as she/he has also been wrongly indoctrinated with the beliefs of others which is perceived to be *true* Islam.

For example in March 1995 an article entitled `Women at the Verge' followed by a letter of a critic `Degrading Law' were published in the `Eastern Eye'. It claimed that if a woman is raped, under Muslim Shari'a law, she has to produce four

---

[1] Dr. Iqbal in his Presidential address of All-India Muslim League session at Allahabad, in 1930 explained why was there a need for a free Muslim state (Pakistan): "... Would mean security and peace for India resulting from an internal balance of power, **and for Islam an opportunity to rid itself of the stamp that Arabian imperialism was forced to give it**, to mobilise its law, its education, its culture and to bring them into closer contact with its own original spirit and with the spirit of modern times". (Speeches and statements of Iqbal -P. 15)

MUSLIM WOMAN

LAST AMONGST THE EQUALS

By

Muhammad.K.Hanif

I was talking to a Muslim sister on the topic "Women's status in Islam" and during our conversation she told me that her daughter had read a book entitled "Price of Honour" by an English woman journalist Jan Goodwin. She told me that this book had turned her daughter against Islam. I was naturally very curious, so I read the book, but it contained little that was new to me. The book deals with issues relating to the appalling treatment Muslim women suffer in Muslim society. The articles were well researched, cleverly put together and unfortunately contained painfully true account of prominent Muslim women around the world. It was compelling and disturbing for any one and particularly for those readers who have little or no knowledge of the Holy Quran.

After reading the book I felt I must at least attempt to clear one point and if that is fully understood then people will have the opportunity to recognise the difference between *Islam* and *Muslims*. If at the end of my article, you the reader are able to understand this fundamental principle then I have achieved my aim. There is a traditionally held misconception that a law, which is a *Muslim,* law -- drawn up and enforced by a Muslim state -- is an *Islamic* law.

Unfortunately this misunderstanding not only lies with the non-Muslim but it has also been rooted and indoctrinated into the Islamic image by those who are supposed to be the pillars of established Muslim authority. This situation has remained unchallenged for fear of repercussions by religious establishments; and whosoever has challenged their autocratic dominance and `*divine*' right has been condemned as a non-Muslim. In this article I will attempt to challenge the myth that what a Muslim state calls a law is what the Qur'anic teachings direct and condone -- this is far from the truth.

The main source of Islamic law is based on the Qur'ah and it is very near to the common sense. On the other hand, most Muslim laws are man-made and not necessarily in accordance with the Qur'an and Islamic teachings. Many of these laws are wrongly attributed to the Holy Prophet (PBUH). The basic rule to remember is that any law that is against the Qur'an, we as Muslims should not accept as Islamic and it can not be the word of our Prophet, as he would have not preached anything anti-Quran. "I but follow (naught but) what is revealed to me (The Quran)". -6/50, 10/15, 7/3.

DAMP - DECAY - MOISTURE ???

NO WORRY

WE PROTECT YOUR HOUSE

AGAINST

DAMP-DECAY-MOISTURE-LEAKGE

AND

MEND, FILL, SEAL AND REPAIR

THE CRACKS, FISSURES, RAIFTS, GAPS AND

EXPANSION JOINTS TO ASTM STANDARDS

PLEASE CALL US TO DEMONSTRATE

HOW WE DO IT

SAFTY SEALERS(Pvt) LTD

GALAXY SHOPPING CENTRE
115 FEROZEPUR ROAD
LAHORE
Phone 7573615 - 417254

ALLAMA IQBAL ROAD
KARACHI
Phone 4557176

FOUNDED IN 1938 AT THE BEHEST OF ALLAMA IQBAL ® AND QUAID- E-AZAM

R L NO.CPL-22
VOLUME : 51
ISSUE 08

Monthly
Tolu-e-Islam

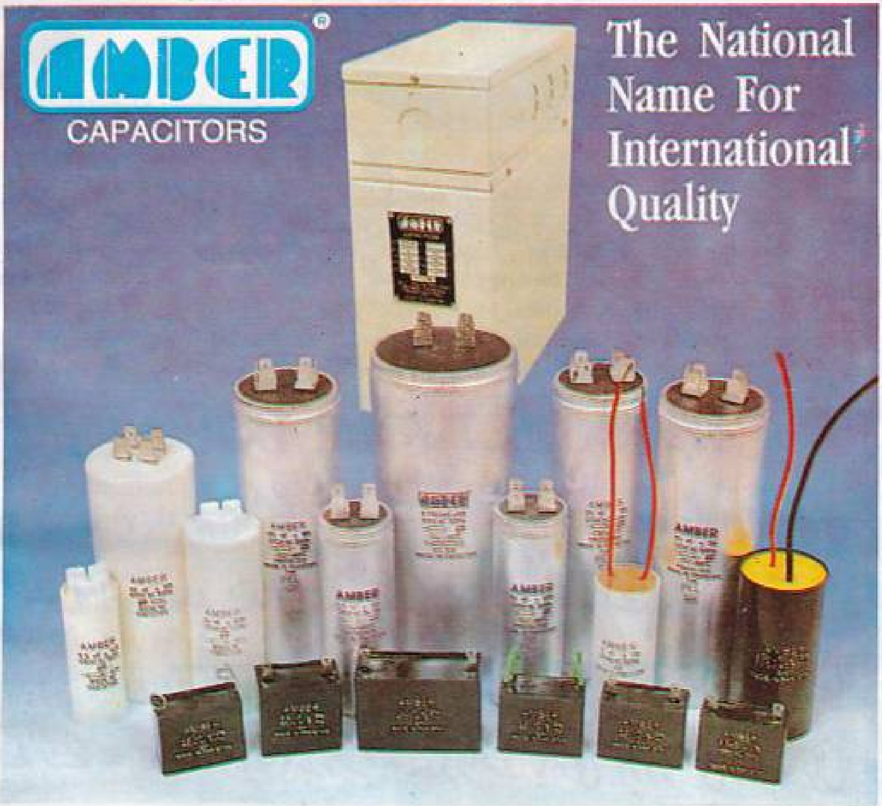

Our range of products include:

- Motor Start-Run Capacitors
- Fluorescent Lamp Capacitors
- Power Factor Improvement Capacitors

AMBER —The most versatile range of single and three phase capacitors in world class quality—quality that combines Italian and Japanese technology—technology that takes the form of strict QC and performance testing at every stage of production. Manufactured to international standards and specifications.

AMBER® CAPACITORS The national name for international qualit

We also manufacture to your specifications.

AMBER CAPACITORS LIMITED

Climax House, 16-Link McLeod Road, P.O. Box 468, Lahore-Pakistan
Phone: +92 42 722 5865 & 722 6975 Fax: +92 42 723 2807 & 586 6617 Tlx: 44335 AMBER PK